الزهر النضر فی حال الخضر کا اردو ترجمہ

مکتبۃ الفہیم
MAKTABA AL-FAHEEM-MAU

کیا خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں؟

تالیف

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

تخریج، تحقیق وتحشیہ
شیخ صلاح الدین مقبول احمد (کویت)

ترجمہ وتلخیص
مولانا عبد اللطیف اثری

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

الزهر النضر في حال الخضر

کیا خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں؟

تالیف

حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

تخریج، تحقیق وتحشیہ

شیخ صلاح الدین مقبول احمد (کویت)

ترجمہ وتلخیص

مولانا عبداللطیف اثری

استاذ جامعہ عالیہ عربیہ مئو

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

نام کتاب : کیا خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں؟

تالیف : حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

ترجمہ : مولانا عبداللطیف اثری

تخریج، تحقیق وتحشیہ : شیخ صلاح الدین مقبول احمد (کویت)

طابع وناشر : مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

سال اشاعت : مئی ۲۰۱۴ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

صفحات : 150

باہتمام

شفیق الرحمٰن، عزیز الرحمٰن

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheembooks@gmail.com
WWW.faheembooks.com

فہرست مضامین

☆☆☆

تقدیم وتبریک

حضرت مولانا مظہر احسن ازہری حفظہ اللہ
ناظم اعلیٰ جامعہ عالیہ عربیہ مئو

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الانبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔ وبعد

شہاب الدین ابوالفضل الحافظ احمد بن علی بن محمد حجر الکنانی العسقلانی المعروف بابن حجر العسقلانی، ان علماء جہابذہ میں سے ہیں جن کی ذات بذات خود حجت اوران کی تصانیف (جن کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے) کوسند اعتبار حاصل ہے۔ آپ کی مشہور کتاب "فتح الباری شرح صحیح البخاری" کوتو "لاهجرة بعد الفتح" کہاجاتا ہے۔ اس کے علاوہ "التلخيص الحبير"، "تهذيب التهذيب" اور "الإصابة في تمييز الصحابة" کا علمی مرتبہ بھی مسلّم ہے، آپ نے الاصابۃ میں جہاں تمام صحابہ کے حالات قلمبند کیے ہیں، وہیں خضر کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں، خضر کے بارے میں ان کے اسی مضمون کو بعد میں "الزهر النضر في نبأ الخضر" یا "الزهر النضر في حال الخضر" کے نام سے رسالہ کی شکل میں طبع کیا گیا، کچھ عرصہ پہلے اس کتاب کی تحقیق جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم دین، محقق وصاحب قلم اور انشاء پرداز، شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ کی ہے، اور مرکز ابوالکلام آزاد للتوعیۃ الاسلامیۃ دہلی نے شائع کیا ہے، اس کتاب کی تحقیق کے ساتھ ساتھ شیخ موصوف نے ایک جامع مقدمہ بھی لکھا ہے، اور حدیث وآثار، اخبار وحکایات کی تخریج کر کے اس کے اصل مصدر

کی جانب رہنمائی کی ہے، بعض غلطیوں کی تصحیح اور اضافہ کی جانب بھی اشارہ کیا ہے، اس طرح بعض غلط افکار ونظریات کی قرآن وحدیث کی روشنی میں تردید کی ہے، حیات خضر کے سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک فتویٰ پر مناسب نقد کرکے یہ بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا یہ فتوی کتاب وسنت اور آپ کی سابقہ بیشتر تحریروں کے منافی ہے، اور اس طرح شیخ الاسلام کی پوزیشن بھی صاف کی ہے۔

چونکہ خضر کے نبی اور ولی ہونے اور ان کے اب تک زندہ رہنے نیز بعض لوگوں کے خضر سے ملاقات کرنے اور خضر کے ان کی رہنمائی کرنے کا مسئلہ عرصۂ دراز سے موضوع بحث بنا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں عربی زبان میں گرچہ کچھ کتابیں موجود ہیں، لیکن اردو زبان کا دامن اب تک اس سے خالی ہے۔ مقام مسرت ہے کہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کے ایک کامیاب، باصلاحیت مدرس، تحریر وتقریر میں ماہر اور بحث وتحقیق میں ید طولیٰ رکھنے والے استاذ مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ نے ضرورت محسوس کی کہ اس تحقیق شدہ کتاب کا اردو ترجمہ کردیا جائے تاکہ عربی داں لوگوں کے ساتھ ساتھ اردو داں طبقہ بھی زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکے۔ اب یہ مترجم کتاب آپ کے سامنے ہے۔ امید ہے کہ خضر سے متعلق پیدا ہونے والے تمام سوالوں کے جواب اس کتاب میں مل جائیں گے۔ اور خضر کی ولایت اور ان کے ہر جگہ موجود ہونے کے بارے میں جو خلافِ حقیقت باتیں بعض قصہ گو حضرات کے ذریعہ پھیل گئی ہیں اور جن روایات کو انہوں نے اپنے مزعومہ نظریات کا سہارا بنایا ہے اس کی حقیقت واضح ہوجائے گی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مولف، محقق، مترجم اور طابع وناشر ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے۔ آمین

مظہر احسن ازہری

كلمة المترجم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأنبياء والمرسلين محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين۔ وأشهد أن لا اله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله. وبعد:

ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہماری ہدایت ورہنمائی کے لئے ترکت فیکم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنتي کی صورت میں ایک نسخۂ کیمیا عطا کر گئے ہیں۔ مسلمان ایک عرصہ تک اس نسخۂ کیمیا پر عمل پیرا رہے اور اس وقت تک نہ تو ان کے عقائد میں کوئی خرابی آئی تھی اور نہ ہی شرک وبدعت میں ملوث ہوئے تھے۔ لیکن جیسے ہی کتاب وسنت سے رشتہ کمزور ہوا، عقائد میں بگاڑ شروع ہو گیا۔ پھر کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو شہرت پسند تھے انھوں نے اپنے آپ کو عوام الناس کی نظر میں معتبر بنانے کے لئے من گھڑت اور موضوع احادیث کا سہارا لیا، اس طرح عوام الناس کے درمیان بہت ساری وہ چیزیں دین کے نام پر پھیل گئیں جن کا دین سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اس سلسلے میں صوفیاء اور واعظین کا کردار سب سے زیادہ مشکوک رہا۔ انہوں نے اپنی من پسند باتوں کو اس طرح کہنا شروع کیا کہ لوگوں نے اسے قرآن وسنت ہی سمجھا اور پھر جب دوسروں نے ان سے سن کر بیان کیا تو اس کے اندر اصل پر کچھ اضافہ ہی ہوتا گیا۔

ان صوفیاء اور نام نہاد واعظین کے ذریعہ جہاں بہت سی باتیں بنیادی عقیدہ بن گئیں وہیں ایک غلط عقیدہ یہ بھی پھیل گیا کہ حضرت خضر علیہ السلام جن کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے، اب تک زندہ ہیں۔ وہ صحراء میں رہتے ہیں۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ بتاتے ہیں پریشان حال کی مدد کرتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں۔ جس کو جہاں چاہتے ہیں پہنچا دیتے ہیں سال میں صرف ایک بار پانی پیتے ہیں، جنت سے ان کے لئے کھانا آتا ہے حتی کہ بادل بھی ان کے تابع ہیں اور جب وہ چاہتے ہیں بادل سے

دریافت کر لیتے ہیں کہ تم کو کہاں جانا ہے اور وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ وہ مصائب کے خاتمہ کے لئے مخصوص دعائیں بھی سکھاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

ظاہر ہے کہ ان سب پر قرآن وحدیث سے دلیل نہ ہونے کی بنا پر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے بیانات کے مخالف ہونے کی بنا پر اکاذیب و خرافات ہیں۔

اللہ جزائے خیر دے ان علماء سلف کو جنھوں نے ہر معاملے میں احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا ہے چنانچہ اس سلسلے میں بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، علامہ ابن الجوزی، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابن کثیر رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں خضر کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں عمدہ بحث کی ہے اور ان خرافات کا ابطال کیا ہے جو نام نہاد صوفیاء وعلماء نے عوام میں پھیلا دیا ہے۔

چونکہ خضر کے بارے میں بہت ساری باتیں رواج پا گئی ہیں اس لئے علماء نے اس سلسلے میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہے جن میں بعض یہ ہیں:

١۔ جزء فی أخبار الخضر لأبی الحسین أحمد بن جعفر بن المنادی البغدادی۔
٢۔ جزء فی أخبار الخضر لعبد المغیث بن زهیر الحربی الحنبلی البغدادی
٣۔ عجالة المنتظر فی شرح حال الخضر لعبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی
٤۔ مجلد فی موت الخضر له أیضا
٥۔ مختصره أیضا
٦۔ إرشاد أهل الإخلاص لحیاة الخضر والیاس لمحمد بن أبی الخیر أحمد القزوینی
٧۔ رسالة فی الخضر هل مات أم هو حی لعبد الحلیم أحمد بن تیمیة الحرانی
٨۔ جزء فی وفاة الخضر لمحمد بن علی بن عبدالواحد المعروف بابن النقاش
٩۔ جزء فی حیاة الخضر لعبد اللّٰه بن أسعد الیافعی۔
١٠۔ الروض النضر فی أنباء الخضر لأبی الفضل العراقی۔
١١۔ جزء فی الخضر للقاضی علیم الدین البساطی
١٢۔ الزهر النضر فی نبأ الخضر لأحمد بن علی بن حجر العسقلانی

۱۳۔ القول المنتصر علی المقالات الفارغة بدعوی حیاة الخضر للحسین بن عبدالرحمن الأهدل۔

۱٤۔ رسالة فی الخضر لجلال الدین السیوطی۔

۱۵۔ کشف الحذر عن أمر الخضر لملا علی القاری الهروی۔

۱٦۔ القول المقبول فی الخضر هل بنی أم ملك أم رسول لأحمد بن محمد بن علی المعروف بالغنیمی۔

۱۷۔ القول الدال علی حیاة الخضر ووجود الأبدال لنوح بن مصطفی الحنفی

۱۸۔ علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ کی اپنی اپنی کتابوں (فتاویٰ ابن تیمیہ) المنار المنیف۔ البدایة والنهایة۔ الإصابة میں خضر سے متعلق لکھی ہوئی تحریریں جو مستقل رسالہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

عربی زبان میں تو یہ کتابیں موجود ہیں لیکن اردو زبان میں اب تک میری نظر سے کوئی جامع کتاب نہیں گزری ہے۔ اتفاق سے حافظ ابن حجرؒ کی تالیف الزهر النضر فی نبأ الخضر جس کی تحقیق، نصوص کی تخریج اور قیمتی و نفیس اور علمی تعلیق مشہور عالم و محقق اور علمی دنیا کی جانی پہچانی شخصیت بیسیوں کتابوں کے مصنف، ادیب و شاعر شیخ صلاح الدین مقبول احمد صاحب نے کی ہے اور بیش قیمت علمی مقدمہ بھی لکھا ہے، نظر سے گزری جس میں خضر علیہ السلام سے متعلق عوام میں رائج غلط عقائد کی کتاب و سنت کی روشنی میں تردید کی گئی ہے اور خضر کے اب تک زندہ و موجود رہنے اور قیامت تک موجود رہنے کے بارے میں قائلین و منکرین کے دلائل پر زبردست علمی مناقشہ کر کے صحیح صورت حال کو پیش کیا گیا ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ان کی خضر سے ملاقات ہوئی ہے ان کو یہ غلط فہمی کیسے پیدا ہوئی اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کتاب کے محقق شیخ صلاح الدین صاحب نے بحث کا خلاصہ اور دیگر معلومات فراہم کی ہیں۔

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر طبیعت مائل ہوئی کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ کر دیا جائے، ترجمہ شروع بھی ہو گیا لیکن پتہ چلا کہ ایک دوسرے عالم دین کتاب کا ترجمہ کر

رہے ہیں اس لئے میں نے کام روک دیا اور دوسرے کام میں لگ گیا۔ جب سالوں سال انتظار کے بعد ترجمہ نہیں آیا تو پھر ترجمہ کو مکمل کر لیا اور اب پیش خدمت ہے۔

میرا کام اس میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ اسے اردو کا جامہ پہنا دیا ہے۔ جگہ جگہ جو حواشی ہیں وہ سب چند مقامات کے علاوہ شیخ صلاح الدین صاحب کے ہیں، میں نے صرف ترجمہ و تلخیص کیا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب میں نے اس کتاب کو اپنے بعض عرب دوستوں کو پڑھنے کے لئے دیا تو انھوں نے بیحد پسندیدگی کا اظہار کیا اور ہندوستانی علماء کی خدمات کو اچھے الفاظ میں سراہا اور تعریف کی، اس سے کتاب کی وقعت میری نظر میں بڑھ گئی اور آج ترجمہ کی شکل میں میری ایک دیرینہ تمنا پوری ہو رہی ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں استاذ الاساتذہ، عربی ادیب، خطیب ومقرر جناب مولانا مظہر احسن ازہری حفظہ اللہ ومتعنا اللہ بطول حیاتہ کا شکریہ نہ ادا کروں جیسے ہی میں نے اس کتاب کے ترجمہ واشاعت کی خبر انہیں سنائی تو وہ بے حد خوش ہوئے اور پھر تقدیم و تبریک کے نام سے تشجیعی کلمات لکھ کر مزید مسرت کا اظہار کیا جو کتاب کی زینت ہے۔

کتاب کی اشاعت ہندوستان کے مشہور سلفی اشاعتی ادارہ مکتبہ الفہیم مئو سے ہو رہی ہے۔ اس مکتبہ نے احیاء التراث الاسلامی کے سلسلہ میں جو کوشش کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذمہ داران کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور انہیں مزید ہمت وحوصلہ اور اس سلسلے میں مزید تیز گام ہونے کا حوصلہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے، میرے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

عبداللطیف اثری

استاذ جامعہ عالیہ عربیہ، مئو

ترجمۃ المولف

نام ونسب:

نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن حجر الکنانی کنیت ابوالفضل اور لقب شہاب الدین ہے۔قدیم مصر میں دریائے نیل کے کنارے شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے کسی نے ۱۲ کسی نے ۱۳ کسی نے ۲۲ اور کسی نے ۲۳ شعبان لکھا ہے۔آپ کا مولد ومنشاء اور جائے وفات مصر ہے اس لئے آپ کو مصری کہا جاتا ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش مصر کے شہر عسقلان میں ہوئی ہے اس لیے آپ کو عسقلانی کہا جاتا ہے۔آپ اپنے جدامجد کی جانب نسبت سے ابن حجر کے نام سے مشہور ہیں۔آپ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی کیوں کہ ابھی آپ کی عمر چار برس کی ہوئی تھی کہ آپ کے والد محترم کا رجب ۷۷۷ھ میں انتقال ہوگیا والدہ کا انتقال والد سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔والد محترم نے اپنی وفات سے قبل آپ کی تعلیم وتربیت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری اپنے دو مخلص دوستوں زکی الدین ابوبکر بن نورالدین علی الخروبی اور شمس الدین محمد بن القطان مصری کے حوالے کی تھی ۔زکی الدین نے آپ کی تعلیم و تربیت میں پوری ذمہ داری کا ثبوت دیا جن دنوں یہ مکہ میں تھے وہاں بھی آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔ان کے انتقال کے بعد آپ اپنے دوسرے مربی کے ساتھ رہے اور ان سے فقہ،عربی ادب اور حساب میں مہارت حاصل کی۔آپ بڑے ہی ذہین وفطین تھے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے بچپن ہی میں قرآن کریم یاد کرلیا تھا اور ۷۸۵ھ میں حرم مکی میں تراویح کی امامت کی۔اس وقت آپ شیخ زکی الدین کے ساتھ مکہ میں مقیم تھے۔آپ دوسرے علوم کی تحصیل میں بھی بہت حریص تھے یہاں تک کہ بعض اوقات کتابیں معاوضہ پر حاصل کرتے تھے آپ کے اس حرص کا نتیجہ تھا کہ سترہ برس کی عمر تک

پہونچتے پہونچتے ادب وتاریخ سے متعلق کافی علم حاصل کرلیا تھا اور بعض مشائخ سے صحیح بخاری کا سماع بھی کرلیا تھا۔ انیس برس کی عمر میں آپ اپنے ہم عصروں سے ادب، لغت، قرأت اور فقہ میں فائق ہو گئے۔ ان تمام علوم کے حصول کے بعد حدیث کی جانب متوجہ ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں اس کے اندر اس قدر کمال حاصل کرلیا کہ حافظ العصر۔ شیخ الاسلام۔ امام الائمۃ۔ محی السنۃ۔ فرید الوقت۔ عمدۃ المحدثین۔ خاتمۃ المحدثین۔ امیر المومنین فی الحدیث۔ الامام المنفرد کے خطاب سے نوازے گئے اور دنیا نے اسلام کا نامور عالم تسلیم کرلیا۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ مصر کے نامور علماء سے کسب فیض کیا بلکہ اس سلسلے میں مختلف ممالک کا سفر کرکے وہاں کے مشاہیر علماء سے استفادہ کیا۔ آپ نے حرمین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس، رملہ، غزہ، یمن، قبرص شام اور حلب کا سفر کیا۔

مشہور اساتذہ

آپ نے جن اساتذہ وشیوخ سے سماع واستفادہ کیا یا اجازہ حاصل کیا ان کی تعداد تقریباً ۴۵۰ ہے ان میں فقہ وحدیث کے اہم اساتذہ یہ ہیں۔

شیخ عفیف الدین عبداللہ بن محمد نیشاپوری المعروف بہ نشاوری

شیخ محمد بن عبداللہ ظہیرۃ جمال الدین مکی

شیخ نجم الدین ابو محمد عبدالرحیم بن رزین بن غالب المسند

شیخ علی بن ابی بکر ابوالحسن الھیثمی

شیخ عمر بن علی بن احمد الملقن

شیخ ابو حفص عمر بن رسلان البلقینی

شیخ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی

اخیر کے تین اساتذہ احمد الملقن، بلقینی، اور العراقی سے آپ حد درجہ متاثر اور ان کے علم وفن کے قدردان تھے۔ احمد الملقن کی تصنیفات اس زمانے میں سب سے زیادہ تھیں۔ البلقینی آپ کے فقہ کے استاذ ہیں، فقہ شافعی میں ان کو درک حاصل تھا۔ آپ ان

کے ساتھ ایک مدت تک رہے انہوں نے ہی سب سے پہلے آپ کو تدریس و افتاء کی اجازت دی ہے۔ العراقی حافظ کبیر تھے آپ ان کے ساتھ دس سال رہے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے آپ کو علم المصطلح کی تدریس کی اجازت دی اور آپ کو حافظ کا لقب عطا کیا اور اس بات کی شہادت دی کہ آپ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ حدیث کا علم رکھنے والے ہیں۔

ان تینوں نامور اساتذہ کے بارے میں ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک دوسرے سے ایک سال قبل پیدا ہوا اور ایک سال پہلے دنیا سے چلا گیا جیسا کہ ان کی سن ولادت و وفات اس پر دال ہے۔ احمد الملقن کی سن ولادت ۷۲۳ھ ہے۔ بلقینی کی ۷۲۴ اور العراقی کی ۷۲۵۔ اسی طرح احمد الملقن کی سن وفات ۸۰۴ھ ہے بلقینی کی ۸۰۵ اور عراقی کی ۸۰۶۔ اسی طرح ان کے ایک استاذ ابوالحسن الھیثمی کا انتقال عراقی کے ایک سال بعد یعنی ۸۰۷ میں ہوا اگر چہ وہ ان سے دس سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد ابن خلیل دمشقی کے بیان کے مطابق ۳۵۰ ہے اور سخاوی نے ۵۰۰ بتایا ہے۔

مشہور تلامذہ یہ ہیں:

شیخ ابراہیم بن عمر بن حسن البقاعی صاحب "عنوان الزمان"

شیخ زکریا بن محمد الانصاری صاحب "شرح الفیة العراقی"

شیخ ابن تغری بردی صاحب "النجوم الزاھرۃ"

شیخ ابن فھد المکی صاحب "لحظ الالحاظ"

شیخ ابن قاضی شھبۃ الدمشقی صاحب "الطبقات"

شیخ اسماعیل بن محمد بن ابوبکر المقری الیمنی صاحب "عنوان الشرف الوافی"

شیخ یوسف بن شاھین ابوالمحاسن الکرکی صاحب "رونق الالفاظ"

شیخ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی صاحب "الضوء اللامع" والمصنفات الکثیر

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور یہ سلسلہ وفات تک جاری رہا۔ بعض سوانح نگاروں نے آپ کی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ بتائی ہے لیکن سخاوی نے کہا ہے کہ آپ کی تصنیفات ۲۷۰ سے زیادہ ہیں۔ ڈکتور شاکر محمود عبدالمنعم نے آپ کی مطبوع مخطوط، موجود اور مفقود کتابوں کی تعداد ۲۸۰ بتائی ہے۔ اسی طرح آپ کی جانب منسوب کتابوں کی تعداد ۳۸ ہے۔

اہم مطبوعہ تصانیف

١۔ الاصابة فی تمییز الصحابة
٢۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری
٣۔ تهذیب التهذیب
٤۔ تقریب التهذیب
٥۔ الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة
٦۔ لسان المیزان
٧۔ هدی الساری مقدمة فتح الباری
٨۔ التلخیص الحبیر
٩۔ الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة
١٠۔ تعجیل المنفعة برجال الائمة الاربعة
١١۔ بلوغ المرام من ادلة الاحکام
١٢۔ نخبة الفکر فی مصطلح اهل الاثر
١٣۔ نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر
١٤۔ النکت علی مقدمة ابن الصلاح
١٥۔ القول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد۔ اس کا نام "القصد الاحمد" بھی ہے۔

۱۶۔ الامتاع فی الاربعین المتباینة بشرط السماع۔

۱۷۔ تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری

۱۸۔ اتحاف المهرة باطراف العشرة

۱۹۔ المطالب العالية فی زوائد المسانید الثمانية

۲۰۔ انباء الغمر بانباء العمر

۲۱۔ رفع الاصر عن قضاة مصر

آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کے اشعار کا ایک مجموعہ بھی موجود ہے جو ہر صنف کے اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ جامع ازہر اور جامع عمرو بن العاص کے خطیب بھی تھے اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی ۱۱ سال تک کام کیا ہے۔ منصب افتاء پر بھی قائم رہے۔ آپ کا فتوی مدلل اور ایجاز و جامعیت میں مشہور تھا۔ بسا اوقات آپ نے ایک دن میں ۳۰ فتوی تک لکھا ہے۔

آپ شافعی المسلک تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اخیر عمر میں مالکی مسلک اختیار کر لیا تھا لیکن کچھ لوگوں نے اس کی تردید کی ہے کہ صرف ایک یا دو مسئلہ میں مالکی مسلک پر عامل تھے۔ اسماء وصفات باری تعالی کے بارے میں افسوس آپ کا نظریہ سلف صالح کے نظریہ کے خلاف تھا۔

وفات:

حدیث رسول کا یہ معتبر شارح و ترجمان نصف صدی تک علم کے موتی لٹانے والا ۲۸ یا ۲۹ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ آپ کا انتقال صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ ذمیوں کے لیے بھی ایک عظیم سانحہ تھا۔ پورا شہر قبرستان پہونچ گیا اندازہ لگانے والوں نے اندازہ لگایا کہ تقریباً ۵۰ ہزار آدمی جنازہ میں موجود تھے۔ آپ کو مصر کے مشہور قبرستان قرافة الصغری میں امام شافعیؒ کی قبر سے صرف ۱۵۰۰ میٹر کی دوری پر دفن کیا گیا۔ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله۔

قرآن وحدیث میں وارد خضر کا قصہ

قرآن مجید میں خضر کا قصہ

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُباً (60)فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَباً (61) فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَذَا نَصَباً (62)قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَباً (63)قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصاً (64)فَوَجَدَا عَبْداً مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً (65)قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداً (66)قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً (67)وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْراً (68)قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِراً وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْراً (69)قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْراً (70)فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئاً إِمْراً (71)قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً (72)قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْراً (73)فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا لَقِيَا غُلَاماً فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْساً زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئاً نُّكْراً (74) قَالَ أَلَمْ

أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً (75)قَالَ إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْراً (76)فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَاراً يُرِيدُ أَنْ يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْراً (77)قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْراً (78)أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدتُّ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْباً (79)وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَاناً وَكُفْراً (80)فَأَرَدْنَا أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْراً مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْماً (81)وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحاً فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْراً(82) (الکہف:۶۰۔۸۲)

ترجمہ: ذرا ان کو وہ قصہ سناؤ جو موسیٰؑ کو پیش آیا تھا) جب کہ موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچ نہ جاؤں۔ ورنہ میں ایک زمانۂ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔ پس جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے اور وہ نکل کر اس طرح دریا میں چلی گئی جیسے کہ کوئی سرنگ لگی ہو، آگے جا کر موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا: لاؤ ہمارا ناشتہ آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں۔ خادم نے کہا آپ نے دیکھا یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر آپ سے کرنا بھول گیا۔ مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی، موسیٰؑ نے کہا اسی

کی تو ہمیں تلاش تھی، چنانچہ وہ دونوں اپنے نقش قدم پر پھر واپس ہوئے اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا، اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ موسیٰؑ نے اس سے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے، اس نے جواب دیا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آخر آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰؑ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔ اب وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے، اس شخص نے کشتی میں شگاف ڈال دیا، موسیٰؑ نے کہا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں، یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی۔ اس نے کہا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے، موسیٰؑ نے کہا بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیئے، میرے معاملے میں آپ ذرا سختی سے کام نہ لیں، پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا، موسیٰؑ نے کہا آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی، حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا، یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا، اس نے کہا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰؑ نے کہا اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں، لیجئے اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا، پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا، مگر انہوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا، وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اس شخص نے اس دیوار کو پھر قائم کر دیا، موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے۔

اس نے کہا بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا، اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ رہا وہ لڑکا تو اس کے والدین مومن تھے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔ اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں۔ اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لئے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا، اس لئے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے، یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

❁❁❁

حدیث میں خضر کا قصہ

باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیهما السلام

١۔ حدثنا عمرو بن محمد حدثنا يعقوب بن إبراهيم قال حدثني أبي عن صالح عن أبی شهاب أن عبيدالله بن عبدالله أخبره عن ابن عباسؓ أنه تمارىٰ هو والحر بن قيس الفزاری فی صاحب موسیٰ قال ابن عباسؓ : هو خضر فمر بهما أبی بن كعب ، فدعا ابن عباسؓ فقال: إنی تماریت أنا و صاحبی هٰذا فی صاحب موسیٰ الذی سأل السبيل إلى لقيه ، هل سمعت رسول الله يذكر شانه ؟ قال : نعم ، سمعت رسول الله ﷺ يقول : بينما موسیٰؑ فی ملأ من بنی إسرائيل جاء ه رجل فقال: هل تعلم أحدا أعلم منك ؟ قال : لا ۔ فأوحى الله إلى موسیٰ بلٰی عبدنا خضر ، فسأل موسیٰ السبيل إليه ، فجعل له الحوت آية ، و قيل له إذا فقدت الحوت فارجع فإنك ستلقاه ۔ فكان يتبع الحوت فی البحر ، فقال لموسیٰ فتاه: أرايت إذ أوينا إلى الصخرة فإنی نسيت الحوت وما أنسانيه إلا الشيطان أن أذكره، فقال موسیٰؑ : ذلك ما كنا نبغی فارتدا على آثارهما قصصا فوجدا خضرا فكان من شأنهما الذی قص الله فی كتابه۔

(صحیح البخاری ج١ ص١٧ كتاب العلم باب ما ذكر فی ذهاب موسیٰ فی البحر إلى الخضر عليهما السلام وباب الخروج فی طلب العلم وكتاب الأنبياء ص٤٨١ باب حديث الخضر مع موسیٰ عليهما السلام/ صحيح مسلم ج٢ ص٢٧١ كتاب الفضائل باب من فضائل الخضر)

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ اور حر بن قیس بن حصن الفزاری نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کے بارے میں باہم اختلاف کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ خضرؑ تھے، پھر ان کے پاس سے ابی بن کعب گزرے، عبداللہ بن عباسؓ نے انہیں بلایا اور کہا کہ میں اور میرے یہ رفیق موسیٰؑ کے اس ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے انہوں نے ملاقات چاہی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ایک دن حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ (دنیا میں) کوئی آپ سے بھی بڑھ کر علم والا موجود ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر ہے (جس کا علم تم سے زیادہ ہے) حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے دریافت کیا کہ خضر سے ملنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم اس مچھلی کو گم کر دو تو (واپس) لوٹ جاؤ، تب خضر سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ تب موسیٰؑ چلے اور دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے، اس وقت ان کے ساتھی نے کہا جب ہم پتھر کے پاس تھے، کیا آپ نے دیکھا تھا، میں اس وقت مچھلی کا کہنا بھول گیا اور شیطان ہی نے مجھے اس کا ذکر بھلا دیا، موسیٰؑ نے کہا اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی۔ تب وہ اپنے نشانات قدم پر (پچھلے پاؤں) باتیں کرتے ہوئے لوٹے (وہاں) انہوں نے خضرؑ کو پایا، پھر ان کا وہی قصہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں بیان کیا ہے۔

۲۔ حدثنا علی بن عبداللہ حدثنا سفیان حدثنا عمرو بن دینار قال أخبرنی سعید بن جبیر قال قلت لابن عباسؓ أن نوفا البکالی

يزعم أن موسىٰ صاحب الخضر ليس هو موسىٰ بنى إسرائيل إنما هو موسىٰ آخر قال : كذب عدو الله ، حدثنا أبى بن كعب عن النبى صلى الله عليه وسلم أن موسىٰ قام خطيبا فى بنى اسرائيل فسئل أى الناس أعلم؟ فقال أنا فعتب الله عليه إذ لم يرد العلم إليه، فقال له بلىٰ لى عبد بمجمع البحرين هو أعلم منك ، قال أى رب ومن لى به؟ وربما قال سفيان أى رب وكيف لى به ؟قال تاخذ حوتا فتجعله فى مكتل، حيثما فقدت الحوت فهو ثم ـ وربما قال فهو ثمه، وأخذ حوتا فجعله فى مكتل ثم انطلق هو وفتاه يوشع بن نون حتى إذا أتيا الصخرة وضعا رء وسهما ، فرقد موسىٰ واضطرب الحوت فخرج فسقط فى البحر ، فاتخذ سبيله فى البحر سربا ، فأمسك الله عن الحوت جرية الماء فصار مثل الطاق، فقال هٰكذا مثل الطاق ـ فانطلقا يمشيان بقية ليلتهما و يومهما، حتى إذا كان من الغد قال لفتاه آتنا غداء نا لقد لقينا من سفرنا هٰذا نصبا، و لم يجد موسىٰ النصب حتى جاوز حيث أمره الله ، قال له فتاه أرأيت إذ أوينا إلى الصخرة فإنى نسيت الحوت وما أنسانيه إلا الشيطان أن أذكره واتخذ سبيله فى البحر عجبا ، فكان للحوت سربا ولهما عجبا ، قال له موسىٰ ذلك ما كنا نبغى فارتدا على آثارهما قصصا ـ حتى انتهيا إلى الصخرة، فإذا رجل مسجى بثوب فسلم موسىٰ فرد عليه فقال و أنىٰ بارضك السلام ؟ قال أنا موسىٰ، قال: موسىٰ بنى اسرائيل ؟ قال نعم، أتيتك لتعلمنى مما علمت رشدا، قال يا موسىٰ إنى على

علم من علم الله علمنيه الله لا تعلمه ، وأنت على علم من علم الله علمه الله لا أعلمه، فقال هل اتبعك ؟قال: إنك لن تستطيع معى صبرا، وكيف تصبر عل مالم تحط به خبرا ـ إلى قوله أمرا ـ فانطلقا يمشيان على ساحل البحر ، فمرت بهما سفينة كلموهم أن يحملوهم ، فعرفوا الخضر فحملوه بغير نول ، فلما ركبا فى السفينة جاء عصفور فوقع على حرف السفينة ، فنقر فى البحر نقرة أو نقرتين ، قال له الخضر يا موسىٰ، ما نقص علمى و علمك من علم الله إلا مثل مانقص هٰذا العصفور بمنقاره من البحر ، إذ اخذ الفاس فنزع لوحا ، قال فلم يفجع موسىٰ إلا وقد قلع لوحا بالقدوم، فقال له موسىٰ: ما صنعت ؟ قوم حملونا بغير نول عمدت إلى سفينتهم فخرقتها لتغرق أهلها ،لقد جئت شيئا إمرا، قال: ألم أقل لك إنك لن تستطيع معى صبرا ،قال لا تؤاخذنى بما نسيت ولا ترهقنى من أمرى عسرا ،فكانت الأولى من موسىٰ نسيانا ، فلما خرجا من البحر مروا بغلام يلعب مع الصبيان ، فأخذ الخضر برأسه فقلعه بيده هٰكذا۔ وأومأ سفيان بأطراف أصابعه كانه يقطف شيئا ـ فقال له موسىٰ: أقتلت نفسا زكية بغير نفس لقد جئت شيئا نكرا ، قال ألم أقل لك إنك لن تستطيع معى صبرا ؟ قال: إن سألتك عن شىء بعدها فلا تصاحبنى قد بلغت من لدنى عذرا۔ فانطلقا حتى إذا أتيا أهل قرية استطعما أهلها فأبوا أن يضيفوهما، فوجدا فيها جدارا يريد أن ينقض مائلا۔ أومأ بيده هٰكذا ، وأشار سفيان

كأنه يمسح شيئا إلى فوق ، فلم أسمع سفيان مائلا إلا مرة۔ قال: قوم أتيناهم فلم يطعمونا ولم يضيفونا ، عمدت إلى حائطهم ، لو شئت لاتخذت عليه أجرا ، قال هٰذا فراق بيني و بينك، سأنبئك بتاويل ما لم تستطع عليه صبرا ، قال النبي ﷺ : وددنا لو أن موسىٰ كان صبر فقص الله علينا من خبرهما، قال سفيان: قال النبي ﷺ : يرحم الله موسىٰ لو كان صبر يقص علينا من أمرهما وقرأ ابن عباسؓ أمامهم ملك ياخذ كل سفينة صالحة غصبا۔ وأما الغلام فكان كافرا وكان أبواه مومنين ثم قال لى سفيان سمعته منه مرتين وحفظته منه، قيل لسفيان : حفظته قبل أن تسمعه من عمرو أو تحفظه من إنسان ؟ فقال ممن أتحفظه ، ورواه أحد عن عمرو غيري ؟ سمعته منه مرتين أو ثلاثا و حفظته منه۔

(صحيح البخاری ج۱ ص۴۸۲ كتاب الانبياء باب حديث الخضر مع موسىٰ عليهما السلام / صحيح مسلم ج۲ ص۲۶۹ كتاب الفضائل باب من فضائل الخضر)

ترجمہ: سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا نوف بکالی کہتا ہے کہ جن موسیٰؑ کی خضرؑ کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی وہ بنی اسرائیل کے رسول حضرت موسیٰؑ کے علاوہ دوسرے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا دشمن خدا نے غلط کہا، مجھ سے ابی بن کعب نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو وعظ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ علم کسے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے، اس پر اللہ تعالی نے ان پر غصہ کیا کیونکہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا تھا، اللہ تعالی نے انہیں وحی کے ذریعہ بتایا کہ

دو دریاؤں کے سنگم پر میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے رب! میں ان تک کیسے پہونچ پاؤں گا؟ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو اور اسے زنبیل میں رکھ لو وہ جہاں گم ہو جائے (زندہ ہو کر دریا میں کود جائے) بس میرا وہ بندہ وہیں ملے گا، چنانچہ آپ نے مچھلی لی اور زنبیل میں رکھ کر روانہ ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کے خادم یوشع بن نون بھی تھے۔ جب یہ دونوں چٹان کے پاس آئے تو سر رکھ کر سو گئے، ادھر مچھلی زنبیل میں تڑپی اور اس سے نکل گئی اور اس نے دریا میں اپنا راستہ پالیا، مچھلی جہاں گری تھی اللہ تعالیٰ نے وہاں پانی کی روانی کو روک دیا اور پانی ایک طاق کی طرح اس پر بن گیا، پھر وہ دونوں دن اور رات کا جو حصہ باقی تھا اس میں چلتے رہے، دوسرے دن حضرت موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا کہ اب کھانا لاؤ ہم کو سفر نے بہت تھکا دیا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ اس وقت تک نہیں تھکے جب تک وہ اس مقام سے نہ گزر چکے جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ اب ان کے خادم نے کہا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم چٹان کے پاس تھے تو مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا تھا اور صرف شیطان نے یاد رہنے نہیں دیا اس نے تو عجیب طریقہ سے اپنا راستہ بنا لیا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا مچھلی نے تو دریا میں اپنا راستہ لیا اور حضرت موسیٰؑ اور ان کے خادم کو (مچھلی کا جو نشان پانی میں اب تک موجود تھا) دیکھ کر تعجب ہوا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ وہی جگہ تھی جس کی تلاش میں ہم تھے، چنانچہ دونوں حضرات پیچھے اسی راستہ سے لوٹے۔ بیان کیا کہ دونوں حضرات پیچھے اپنے نقش قدم پر چلتے چلتے آخر اس چٹان تک پہنچ گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں، حضرت موسیٰؑ نے انہیں سلام کیا، حضرت خضر نے کہا تمہارے ملک میں سلام کہاں سے آ گیا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں موسیٰؑ ہوں، پوچھا بنی اسرائیل کے موسیٰؑ فرمایا کہ جی ہاں۔ آپ کے پاس اس غرض سے

حاضر ہوا ہوں تا کہ جو ہدایت کا علم آپ کو حاصل ہے وہ مجھے بھی سکھا دیں حضرت خضر نے فرمایا موسیٰ! آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے ، مجھے اللہ کی طرف سے ایک خاص علم ملا ہے جسے آپ نہیں جانتے ، اسی طرح آپ کو اللہ کی طرف سے جو علم ملا ہے وہ میں نہیں جانتا ، حضرت موسیٰ نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں ، خضر نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے ہیں اور آپ اس پر صبر بھی کیسے کر سکتے ہیں جس کے بارے میں آپ کو علم ہی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کے خلاف نہیں کروں گا۔ حضرت خضر نے فرمایا اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو کسی چیز کے متعلق سوال نہ کریں یہاں تک کہ میں خود آپ کو اس کے متعلق بتا دوں گا ، اب یہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے روانہ ہوئے اتنے میں ایک کشتی گزری ، انہوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ انہیں بھی اس کشتی پر سوار کرلیں ، کشتی والوں نے حضرت خضرؑ کو پہچان لیا اور کرایہ لئے بغیر ان کو سوار کرلیا۔ جب یہ دونوں کشتی پر بیٹھ گئے۔ بیان کیا کہ اسی عرصہ میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے آکے بیٹھ گئی اور اس نے اپنی چونچ کو دریا میں ڈالا تو خضرؑ نے موسیٰ سے کہا کہ میرا اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اس سے زیادہ نہیں ہے جتنا اس چڑیا نے اپنی چونچ میں دریا کا پانی لیا ہے۔ بیان کیا کہ پھر حضرت خضر نے کلہاڑے سے کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا ، حضرت موسیٰ نے دیکھا تو حضرت خضر سے کہ ان لوگوں نے ہمیں بغیر کسی کرایہ کے اپنی کشتی میں سوار کرلیا تھا اور آپ نے انہیں کی کشتی چیر ڈالی تا کہ سارے مسافر ڈوب جائیں بلاشبہ آپ نے یہ بڑا ناگوار کام کیا ہے۔ حضرت خضر نے فرمایا میں نے آپ سے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا جو بات میں بھول گیا تھا اس پر آپ مجھے معاف کردیں اور میرے معاملہ میں تنگی نہ کریں۔ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ پہلی

مرتبہ حضرت موسیٰؑ نے بھول کر انہیں ٹوکا تھا جب یہ دونوں سمندر سے نکلے تو ایک بچہ کے پاس سے گزرے جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضر نے اس بچے کا سر اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ حضرت موسیٰؑ اس پر بولے آپ نے ایک بے گناہ کی جان بغیر کسی جان کے بدلے کے لے لی، یہ آپ نے بڑا ناپسند کام کیا۔ خضر نے فرمایا میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا اگر میں نے اس کے بعد پھر آپ سے کوئی سوال کیا تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھئے گا آپ میرا بار بار عذر سن چکے (اس کے بعد میرے لئے بھی عذر کا کوئی موقع نہ رہے گا) پھر دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور بستی والوں سے کہا کہ ہمیں اپنا مہمان بنالو لیکن انہوں نے میزبانی سے انکار کر دیا پھر انہیں بستی میں ایک دیوار دکھائی دی جو بس گرنے ہی والی تھی، بیان کیا کہ دیوار جھک رہی تھی، خضر کھڑے ہو گئے اور دیوار اپنے ہاتھ سے سیدھی کر دی، موسیٰؑ نے کہا ان لوگوں کے یہاں ہم آئے اور ان سے کھانے کے لئے کہا لیکن انہوں نے ہماری میزبانی سے انکار کر دیا اگر آپ چاہتے تو دیوار کے اس سیدھا کرنے کے کام پر ان سے اجرت لے سکتے تھے، خضر نے فرمایا بس اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، میں اب آپ کو ان کاموں کی وجہ بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کاش موسیٰؑ نے صبر کیا ہوتا اور اللہ تعالی ان کے سلسلے میں اور واقعات ہم سے بیان کرتا، سفیان کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی موسیٰؑ پر رحم فرمائے اگر وہ صبر کرتے تو ہمیں ان دونوں کی اور باتیں معلوم ہو جاتیں اور ابن عباسؓ نے پڑھا ہے **أمامهم ملك ياخذ كل سفينة صالحة غصبا** ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو ظلماً لے لیتا تھا۔ رہا بچہ تو وہ کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے پھر مجھ سے سفیان نے کہا میں نے اس کو ان سے دو مرتبہ سنا ہے۔ اور اس کو محفوظ رکھا ہے۔

۳۔ حدثنا محمد بن سعيد الأصبهانى أخبرنا ابن المبارك عن معمر عن همام بن منبه عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال: إنما سمى الخضر لأنه جلس على فروة بيضاء فاذا هى تهتز من خلفه خضراء.

(صحيح البخارى ج۲ ص۶۸۷ كتاب التفسير باب قوله واذ قال موسى لفتاه لاأبرح حتى أبلغ مجمع البحرين أو أمضى حقبا)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا خضر کا یہ نام اس لئے ہوا کہ وہ ایک سوکھی زمین پر بیٹھے لیکن جوں ہی وہ اس جگہ سے اٹھے تو وہ جگہ جہاں سبزی کا نام ونشان بھی نہ تھا سرسبز ہوکر لہلہانے لگی۔

خضر کے بارے میں خلاصۂ بحث

نام ونسب: مورخین علماء کا خضر کے نام ونسب کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور اس سلسلے میں دس سے زائد اقوال ہیں، ان میں سب سے مشہور نام بلیا بن ملکان ہے۔ کنیت ابو العباس ہے اور یہ اپنے لقب خضر کے ساتھ مشہور ہیں۔

خضر کی وجہ تسمیہ: تفسیر، حدیث اور تاریخ میں خضر نام کی دو وجہ پائی جاتی ہے۔

ا۔ بخاری احمد ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: إنما سمي الخضر لأنه جلس على فروة بيضاء فإذا هي تهتز من خلفه خضراء (۱)

خضر کا یہ نام اس وجہ سے ہوا کہ وہ ایک سوکھی زمین پر بیٹھے لیکن جوں ہی وہ وہاں سے اٹھے وہ جگہ (جہاں سبزی کا نام ونشان نہ تھا سبز ہو کر لہلہانے لگی۔

۲۔ خطابی کہتے ہیں کہ خضر کے خضر نام رکھنے کی وجہ ان کا حسن وجمال ہے۔ (۲)

خضر سے کون مراد ہیں

خضر کے بارے میں کچھ اختلاف یہ بھی ہے کہ کیا یہ وہی خضر ہیں جن سے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ہوئی تھی یا کوئی دوسرے ہیں۔

مورخین کے درمیان اختلاف کی وجہ بعض وہ اسرائیلی تاریخی روایات ہیں جس

---

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۳ کتاب الانبیاء باب حدیث الخضر مع موسى عليهما السلام

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی

میں آیا ہے:

ان موسی بن میثا بن یوسف بن یعقوب نبی قبل موسی بن عمران وأنه هو الذی طلب الخضر بن ملکان۔ (۱)

موسیٰ بن میثا بن یوسف بن یعقوب ایک نبی تھے جو موسیٰ بن عمران سے پہلے آئے ہیں اور انہوں نے ہی خضر بن ملکان کو تلاش کیا تھا۔

لیکن یہ قول ساقط ہے اور تاریخی لحاظ سے مرجوح ہے۔

صحیح حدیث و تاریخی نصوص کی روشنی میں راجح و درست بات یہ ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام جن پر توریت کا نزول ہوا ہے یہی صاحب خضر معروف ہیں جن کا قصہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

شیخین (بخاری و مسلم) نے اپنی صحیح میں سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا: نوفا البکالی (۲) کا خیال ہے کہ خضر صاحب موسیٰ نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا اللہ کے دشمن نے جھوٹی بات کہی ہے۔ (۳)

ابن عباسؓ نے یہ بات غصہ سے کہی ہے (ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ حقیقت میں اللہ کے دشمن ہیں) کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی مخالفت کی ہے جس

---

(۱) تلخیص المستدرك على الصحيحين للذهبی ۵۷۳/۲ و اخرجه الحاكم فی مستدركه من طريق محمد بن اسحاق

(۲) نوفا البکالی تابعی دمشق کا ایک فاضل تھا۔ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ کعب احبار کا بھتیجا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ صاحب خضر موسیٰ بن میثا ہیں جو تورات کے حسب بیان رسول ہیں اور یہ یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں۔

(۳) بخاری ج ۱ ص ۴۸۲ کتاب الانبیاء باب حدیث الخضر مع موسی علیهما السلام و ج ۲ ص ۶۸۷ کتاب التفسیر باب قوله واذ قال موسی لفتاه لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔ مسلم ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب الفضائل باب فضائل الخضر

میں صراحتہ موجود ہے کہ خضر صاحب موسیٰ نہیں ہیں۔ ابن عباس کو ان کی اس بات پر غصہ آگیا اور شدت انکار کی بنا پر انہوں نے کذب عدو اللہ کہا اور غصہ کی حالت میں جو الفاظ کہے جاتے ہیں وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ (۱)

خضر فرشتہ ہیں یا ولی یا نبی ہیں

مفسرین و مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں تین مشہور اقوال ہیں۔

۱۔ خضر فرشتہ ہیں اور آدمیوں کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔

نووی نے اس قول کو غریب باطل اور ابن کثیر نے غریب جدا کہا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح مسلم ۱۵/۱۳۶ اور البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۲۸)

۲۔ خضر ولی ہیں۔ صوفیاء کی ایک جماعت اور دیگر حضرات اسی کے قائل ہیں اور یہی رائے حنابلہ میں سے ابو علی بن ابو موسیٰ، ابو بکر انباری اور ابو القاسم قشیری کی ہے۔ (۲) ان لوگوں میں سے اکثر اپنے خیال میں ولی کو نبی پر مطلق یا بعض اعتبار سے ترجیح دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں موسیٰ کے ساتھ خضر کا واقعہ جو سورہ کہف میں وارد ہے ان کے لئے قوی دلیل ہے۔

اور خضر ہی کی طرح بعض اولیاء کو انبیاء پر ترجیح دینے والوں میں حکیم ترمذی ہیں انہوں نے کتاب ختم الانبیاء میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔ لکھتے ہیں:

یکون فی آخر الأولیاء من هو أفضل من الصحابة

اولیاء میں سے بعض ایسے ہیں جو صحابہ سے افضل ہیں۔ مسلمانوں نے ان پر سخت نوٹس لیا اور وزیر سلطنت نکیر کی اور اسی سبب سے ان کو شہر بدر کر دیا۔

---

(۱) مسلم مع النووی (۲) مزید تفصیل فقرہ ۳۳ میں آگے آرہی ہے

اسی خیال کے مؤید سعد الدین بن حمویہ بھی ہیں اور ابن عربی اسی طرح ابن عربی صاحب الفصوص وفتوحات مکیہ بھی ہیں ابن عربی کہتے ہیں: مقام النبوة فی برزخ فویق الرسول ودون الولی کہ نبوت کا مقام برزخ میں رسول سے کچھ اونچا اور ولی سے کم ہے۔(۳)

نبوت ورسالت پر ولایت کی برتری کی تردید

صوفیاء کے اس باطل دعاوی کی کہ ولی کو نبی پر فضیلت حاصل ہے امام ابن تیمیہؒ نے عمدہ تردید کی ہے اور اس کے تمام گوشوں کی عمدہ تحلیل کی ہے۔ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ موسیٰؑ خضر سے افضل ہیں اور جس نے کہا ہے کہ خضر افضل ہیں تو اس نے کفر کیا ہے اور برابر ہے کہ خضر کو نبی کہا گیا ہو یا ولی، جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں، بلکہ انبیاء بنی اسرائیل، جنہوں نے تورات کی اتباع کی ہے اور جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے مثلاً داؤد وسلیمان علیہما السلام یہ خضر سے افضل ہیں۔ بلکہ جمہور کے اس قول کی بنا پر کہ وہ نبی نہیں ہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ان (خضر) سے افضل ہیں۔ رہا خضر کا ان چیزوں کا جاننا جنہیں موسیٰؑ نہیں جانتے تھے تو یہ چیز اس بات کو واجب نہیں کرتی ہے کہ وہ موسیٰؑ سے مطلق افضل ہیں۔ جس طرح ہدہد نے حضرت سلیمانؑ سے کہا تھا ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾ (النمل:۲۲) مجھے وہ بات معلوم ہے جو آپ نہیں جانتے ہیں، تو وہ حضرت سلیمانؑ سے افضل نہیں تھا۔ اور جیسے جو لوگ کھجوروں میں تلقیح کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ تلقیح کے بارے میں نبی ﷺ سے زیادہ جانتے تھے، اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ یہ تلقیح کرنے والے آپ سے افضل تھے۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا تھا أنتم أعلم بأمور دنیاکم وأما ما کان من أمر دینکم فإلی (۱) تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات کو زیادہ

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۱/۲۲، ۱۳/۲۶۷
(۲) صحیح مسلم ۴/۱۸۳۶ عن انس وعائشہ

جانتے ہو (اسے اپنے طور پر کرتے رہو) لیکن جو دینی معاملہ ہوگا اس میں میری طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی (رضی اللہ عنہم) اپنے سے کمتر لوگوں سے دین کا علم، جو ان کے پاس ہوتا تھا سیکھتے تھے اور نبی ﷺ نے فرمایا میرے بعد نبوت میں سے صرف سچا خواب باقی بچا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو علم والے ہیں وہ ان سے افضل ہیں جن کو سچا خواب نظر آتا ہے۔

خضر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ان کو کشف حاصل تھا جو نبوت کا ایک جزء ہے تو وہ نبی سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں؟ رسول سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں، اولوالعزم پیغمبروں سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں؟ (۱)

امام ابن تیمیہؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:

بعض کا قول ہے کہ خضر اولیاء کے نقیب ہیں، ان سے پوچھا جائے گا کہ ان کو نقیب کس نے بنایا ہے؟ افضل اولیاء اصحاب محمد ہیں اور خضر اصحاب محمد میں سے نہیں ہیں۔ (۲)

پھر لکھتے ہیں:

جس نے کہا ہے کہ وہ اولیاء کے نقیب ہیں یا یہ اولیاء کو تعلیم دیتے ہیں تو اس نے باطل وغلط بات کہی ہے۔ (۳)

اور صوفیاء کے اس عقیدہ کہ ولایت کو نبوت پر فضیلت حاصل ہے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وكل هذه المقالات فى أعظم الجهالات والضلالات، بل من أعظم أنواع النفاق والإلحاد والكفر (۴)

---

(۱) مختصر فتاویٰ المصرية لابن تيمية
(۲) فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۷/۱۰۱
(۳) المصدر نفسہ ۲۷/۱۰۰
(۴) المصدر نفسہ ۱۱/۴۲۲

یہ تمام باتیں حد درجہ جہالت وگمراہی کی باتیں ہیں، بلکہ نفاق، الحاد اور کفر کی بڑی قسموں میں سے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے موسیٰ وخضر کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے گمان کیا ہے کہ خضر شریعت کے مکلف نہیں ایسے لوگ اپنے اس عقیدہ میں دو وجہوں سے گمراہ ہیں۔

۱۔ خضر شریعت سے الگ نہیں تھے بلکہ جو کام بھی انہوں نے کیا تھا وہ حضرت موسیٰ کی شریعت میں جائز تھا اور اسی بنا پر جب انہوں نے اس کے اسباب بتا دئے تو اس کو تسلیم کرلیا۔ اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو اس کو تسلیم نہ کرتے۔ موسیٰ ان اسباب کو نہیں جانتے تھے جن اسباب کی بنا پر اس کو مباح کیا گیا تھا، چنانچہ موسیٰ نے یہ سمجھا کہ خضر ظالم بادشاہ کی طرح ہیں اور خضر نے اس کو ان سے بیان کردیا۔

۲۔ خضر موسیٰ کی امت میں سے نہیں تھے اور نہ ہی خضر پر حضرت موسیٰ کی متابعت جائز تھی بلکہ خضر نے موسیٰ سے کہا تھا میں اللہ کے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جسے اللہ نے مجھے سکھایا ہے، آپ کو یہ علم نہیں ملا ہے اور آپ کے پاس بھی ایک ایسا علم ہے جسے اللہ نے آپ کو سکھایا ہے میرے پاس اس کا علم نہیں ہے۔ اور یہ توجیہ اس لئے ہے کہ موسیٰ کی دعوت عام نہ تھی کیونکہ نبی خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور محمد ﷺ کی بعثت پوری دنیائے انسانیت کے لئے ہے بلکہ آپ کی بعثت جملہ جن وانس کی جانب ہے، لہذا کسی کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ آپ کی طاعت ومتابعت سے باہر ہو، نہ ظاہر میں ہوسکتا ہے نہ باطن میں اور نہ خواص میں سے کوئی الگ ہوسکتا ہے اور نہ عوام میں سے۔(۱)

(۱) المصدر نفسہ ۱۳/۲۶۶

شارح العقیدۃ الطحاویۃ کی نفیس بات

شارح عقیدہ طحاویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: خضر کے ساتھ موسیٰ کے واقعہ کے تعلق سے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ علم لدنی کی بنا پر وحی سے استغنا جائز ہے وہ ملحد زندیق ہے کیونکہ موسیٰ خضر کی جانب مبعوث نہیں کئے گئے تھے اور نہ ہی خضر کو موسیٰ کی متابعت کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر خضر نے موسیٰ سے کہا تھا انت موسیٰ بنی اسرائیل کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں جواب میں موسیٰ نے کہا تھا کہ ہاں۔

اور محمد ﷺ جمیع ثقلین کی جانب بھیجے گئے ہیں اور اگر موسیٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) زندہ ہوتے تو دونوں آپ کے متبعین میں ہوتے اور جب حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے تو شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

اب جو شخص دعویٰ کرے کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ کے ساتھ خضر تھے یا اس بات کو امت میں سے کسی کے لئے جائز قرار دے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے اسلام کی تجدید کرے اور حق کی گواہی دے۔ وہ دین ہی سے بالکلیہ جدا ہو گیا ہے، چہ جائے کہ وہ اولیاء میں سے ہو اب وہ شیطان کے دوستوں میں سے ہے۔

اور یہاں زنادقہ اور اہل استقامت کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تیسرا قول:

خضر نبی ہیں جمہور علماء محققین اسی کے قائل ہیں۔

ثعلبی کہتے ہیں وہ تمام اقوال میں نبی ہیں۔ (۱)

قرطبی کہتے ہیں: خضر جمہور کے نزدیک نبی ہیں۔ (۲)

(۱) البحر المحیط ۱۴۷/۶

(۲) تفسیر قرطبی ۱۶/۱۱

الحبری مفسر اور ابو عمر کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آلوسی نے جمہور کے نزدیک ان کی نبوت کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس رسالہ میں اسی قول کو ترجیح دیا ہے کہ خضر نبی ہیں۔ مزید لکھتے ہیں: بعض اکابر علماء کہتے تھے زندقہ کی پہلی گرہ جو کھلتی ہے وہ خضر کے نبی ہونے کا اعتقاد ہے زنادقہ ان کے نبی نہ ہونے کی بات کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے جیسا کہ ان کے بعض شعراء نے کہا ہے

مقام النبوۃفی برزخ فویق الرسول و دون الولی

ترجمہ: نبوت کا مقام برزخ میں رسول سے کچھ اونچا اور ولی سے کم ہے۔

یہ شعر ابن عربی صوفی الحلول کی جانب منسوب ہے جیسا کہ ابن تیمیہؒ نے نقض المنطق (۱۴۱) میں صراحت کی ہے۔

نبوت خضر پر دلائل

اگر قاری خضر کے حالات میں غور کرے تو اسے ان کی نبوت پر قرآن وحدیث سے بہت سے دلائل مل جائیں گے

قرآن کے دلائل

موسیٰؑ کے ساتھ خضر کا واقعہ جو سورہ کہف میں وارد ہے اس کا سیاق خضر کی نبوت پر چند وجوہ سے دلالت کرتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ﴿فَوَجَدَا عَبْداً مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً﴾ (۱)

(۱) الکہف:۶۵

علامہ آلوسی نے رحمة من عندنا کی تفسیر میں تین قول نقل کیا ہے اور تینوں کے ضعیف ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ: جمہور کے نزدیک اس سے مراد وحی ونبوت ہے اور قرآن میں متعدد جگہ اس پر اطلاق بھی کیا گیا ہے اور اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل بھی کیا ہے۔ اور منصور بھی جمہور کے موید ہیں۔ اور آیات واحادیث سے اس کے شواہد اتنے زیادہ ہیں کہ ان سے یقین حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ موسیٰؑ علیہ السلام کا حضرت خضر سے یہ کہنا:

﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداً، قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً، وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْراً، قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاء اللَّهُ صَابِراً وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْراً، قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْراً﴾(۱)

ترجمہ: کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے وہ رشد سکھا دیں جو آپ کو ملا ہے خضر نے کہا آپ سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہ ہو سکے گا اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ خضر نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔

اگر خضر نبی نہ ہوتے بلکہ ولی ہوتے تو موسیٰؑ آپ سے اس طرح بات نہ کرتے اور نہ وہ موسیٰؑ کو اس طرح جواب دیتے۔ موسیٰؑ نے ان کے ساتھ رہنے کی اجازت اس لئے چاہی تھی تاکہ ان کے پاس جو خصوصی علم اللہ کی جانب سے ہے اسے حاصل کرلیں اب اگر وہ نبی نہ ہوتے تو معصوم نہ ہوتے اور موسیٰؑ کو بھی کسی ایسے ولی کے علم کو حاصل کرنے کی اتنی

(۱) الکہف: ۶۶-۷۰

زیادہ رغبت وخواہش نہ ہوتی، جب کہ موسیٰؑ نبی عظیم، رسول کریم واجب العصمت ہیں اور یہ ولی غیر واجب العصمت تھے۔

۳۔ خضر نے اس بچے (جس کا ذکر ان کے قصے میں ہے اور جس کا ذکر سورہ کہف کی آیت فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا (۱) (پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور خضر نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا، یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا) میں ہے اور خضر کی زبان سے اللہ نے کہا وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا (۲) (رہا لڑکا تو اس کے ماں باپ مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا) کے قتل کا اقدام کیا اور یہ وحی الٰہی ہی کی بنا پر کیا ہے۔ یہ اقدام قتل ان کی نبوت پر مستقل دلیل اور ان کی عصمت پر ظاہری برہان ہے۔ اس لئے کہ کسی ولی کے لئے بھی کسی ایسے آدمی کے قتل کا اقدام محض اس بنا پر جائز نہیں ہے کہ اس کے زندہ رہنے میں کسی پریشانی کا اندیشہ ہو کیونکہ ان کا دل واجب العصمت نہیں ہے اور ان سے چوک کا احتمال ہے۔

۴۔ جب خضر نے اپنے ان کارناموں کے اسباب کی وضاحت کی اور موسیٰؑ کے سامنے اپنے کام کی حقیقت کو بیان کر دیا تو اس کے بعد کہا:

﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي﴾ (۳)

یہ میرے رب کی رحمت ہے میں نے اپنی طبیعت سے اس کو نہیں کیا ہے۔

(۱) الکہف (۲) الکہف

(۳) سورۃ الکہف: ۸۲

(۱) ابطال: ۲۲-۰۵

یعنی میں نے اس کو اپنی جانب سے نہیں کیا ہے بلکہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میری طرف اس بارے میں وحی کی گئی ہے۔(۱)

۵۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا، إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾(۲)

ترجمہ: وہ اللہ عالم الغیب ہے اپنی غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہے مگر رسول میں سے جس کا انتخاب کرے تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔

موسیٰ کے ساتھ خضر کا واقعہ اس بات پر دال ہے کہ وہ غیب پر مطلع تھے اور یہ اولیاء میں سے کسی کے لائق نہیں ہے۔(۳)

حدیث سے دلائل

نبی ﷺ کا یہ قول:

ودِدتُ أن موسى صبر حتى يقص علينا من أمرهما.(۴)

کاش موسیٰ صبر کرتے تاکہ ہمیں ان دونوں کی اور باتیں معلوم ہوتیں۔

موسیٰ وخضر کے واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے نبی ﷺ کا یہ تمنا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خضر صاحب وحی تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ تمنا جائز نہ ہوتی کہ نبی ﷺ کسی ایسے امر کے جاننے کی تمنا کریں جو اللہ کی جانب سے نہ ہو اور یہ کام ایسے آدمی سے ہو رہا ہو جس کی جانب وحی نہ آتی ہو۔

---

(۱) البدایہ والنہایہ ج ۱/ ۳۲۸ (۲) سورۃ الجن ۲۶، ۲۷

(۳) من افادات فتوی العلامۃ الالبانی فی رسالۃ "تجزیرۃ فیلکا وخرافۃ أثر الخضر فیھا" ص ۵۲

(۴) بخاری ۶/ ۴۳۳ مسلم ۱۵/ ۱۴۴

۲۔ غلام کے قتل پر خضر کی تاویل:

حدیث میں ہے:

وأما الغلام طبع يوم طبع كافرا، وكان أبواه قد عطفا عليه، فلو أنه أدرك أرهقهما طغيانا و كفرا فأردنا أن يبدلهما ربهما خيرا منه زكوة و وأقرب رحما (مسلم) وزاد في رواية ووقع أبوه على أمه فعلقت فولدت منه خيرا منه زكوة و أقرب رحما (زيادة لعبدالله بن أحمد ۵/۱۱۸-۱۱۹)

ترجمہ: لیکن بچہ کافر پیدا ہوا ہے اور اس کے ماں باپ نے اس کے ساتھ مہربانی کی اگر یہ بچہ جوان ہو گیا تو یہ ان دونوں کو کفر و سرکشی میں مبتلا کر دے گا۔ تمہارے رب نے چاہا کہ ان دونوں کو اس سے بہتر و عمدہ بچہ دے۔ ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اس کے باپ نے اس کی ماں سے تعلق قائم کیا ماں کو حمل ہوا اور اس سے بہتر و صالح بچہ پیدا ہوا۔

خضرؑ کا یہ بتانا کہ یہ بچہ کافر پیدا ہوا ہے اور اس کے باپ اس کی ماں پر واقع ہوں گے وہ حاملہ ہوں گی اور اس سے بہتر بچہ جنیں گی۔ یہ تمام خالص غیب کی باتیں ہیں جن کے جاننے کی نبوت و وحی کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے اور یہ خضر کے نبی ہونے کی سب سے قوی دلیل ہے اگرچہ وہ رسول نہیں تھے۔

۳۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد: لما لقي موسى الخضر عليهما السلام جاء طير فألقى منقاره في الماء فقال الخضر لموسى تدري ما يقول هذا الطير قال وما يقول قال يقول ما علمك و علم موسى في علم الله إلا كما أخذ منقاري من الماء

جب موسیٰؑ و خضر کی ملاقات ہوئی تو ایک پرندہ آیا اور اس نے پانی میں اپنا چونچ ڈالا، خضر نے موسیٰؑ سے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا بتائیے کیا کہہ رہا ہے۔ خضر نے کہا یہ پرندہ کہہ رہا ہے کہ آپ کا اور موسیٰؑ کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہی ہے جس طرح میری چونچ نے سمندر سے پانی لیا ہے۔

یہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ خضر پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور یہ غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ وہ اس معاملے میں اللہ کے نبی حضرت سلیمانؑ کی طرح ہیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے انھوں نے کہا تھا:

﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّیْرِ وَأُوتِینَا مِن كُلِّ شَیْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِینُ﴾ (النمل ۱۶)

اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سمجھائی گئی ہے۔ ہمیں ہر چیز دی گئی ہے بے شک یہ واضح فضل ہے۔

۴۔ ابی بن کعب کی حدیث جس میں ہے:

بینما موسی فی ملأ من بنی اسرائیل إذ جاءہ رجل فقال هل تعلم أحدا أعلم منك قال موسی لا فأوحی الله إلی موسیٰؑ بلی عبدنا خضر (۱)

موسیٰؑ ایک بار بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کیا آپ اپنے سے زیادہ علم والا کسی کو جانتے ہیں؟ موسیٰؑ نے کہا نہیں، اس پر اللہ نے وحی کی کہ کیوں نہیں ہمارا بندہ خضر (تم سے زیادہ علم والا ہے)۔

موسیٰ اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں پھر بھی اللہ تعالی نے ان امور غیبیہ کے ساتھ ان کے علاوہ حضرت خضر کو خاص کیا، یہ اس بات پر واضح ثبوت ہے کہ خضر نبی تھے اور اس حدیث کا جو سیاق ہے یعنی اللہ تعالی کا قول بلی عبدنا خضر وہ بھی خضر کے نبی ہونے کی تائید کر رہا ہے۔ واللہ اعلم

استمرار حیات کا سبب
(اس کے قائلین کی نظر میں)

خضر کے لمبی عمر پانے اور ان کی استمرار حیات کے مورخین نے دو سبب بتائے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری مع الفتح ۱/۱۶۸، ۶/۴۳۱/ صحیح مسلم ۴/۱۸۵۳

ا۔ انھوں (خضر) نے طوفان سے نکلنے کے بعد آدم کو دفن کیا چنانچہ ان کو لمبی عمر پانے کے بارے میں حضرت آدمؑ کی دعا کام آ گئی۔(۱)

ابن الجوزیؒ کہتے ہیں: اگر خضر نوح سے پہلے ہوتے تو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوتے حالانکہ یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے۔

اس طرح علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کشتی سے اترنے کے بعد نوح کی نسل کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ (۲) ''ہم نے صرف انہی کی ذریت کو باقی رکھا'' تو خضر کہاں تھے۔

۲۔ یہ ذوالقرنین کے ساتھ نہر حیات پر پہونچے تھے اور اس کا پانی پیا تھا اور نہ یہ خود جانتے تھے اور نہ ذوالقرنین اور اس کے ساتھی جانتے تھے اسی بنا پر ان کو دوام مل گیا۔ قائلین حیات کے نزدیک وہ اب تک زندہ ہیں۔

علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں: اہل کتاب سے یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے ماء حیات پیا تھا لیکن ان کا قول قابل اعتبار نہیں۔(۳)

استمرار حیات خضر کے قائلین کی آراء

بہت سے واقعات و حکایات ایسے ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین کی ان سے ملاقات ہوئی ہے اور انہوں نے خضر کو جنگل و بیابان اور صحراء و وادیوں میں اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک سفر کرنے کے درمیان دیکھا ہے اور خضر نے لوگوں سے بات

(۲) المعمر ون لأبی حاتم السجستانی: ۳، البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۳۲۹/ الاصابۃ ۲/ ۲۸۶ (خضر نے آدم کو کیسے دفن کیا اس کے لئے دیکھیں اسی کتاب کا فقرہ ۸)

(۱) الصافات: ۷۷

(۳) دیکھئے الموضوعات لابن الجوزی ۱/ ۱۹۹ نقلا عن ابن المنادی

کی ہے اور ان کی خیر خواہی کی ہے اور انہیں دعائیں سکھائیں ہیں اور ان کی رہنمائی کی ہے وغیرہ جیسا کہ اس کا ذکر اسی کتاب میں مع تردید آگے آرہا ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں: خضر کی حیات و نبوت کے بارے میں اختلاف ہے، اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ بات صوفیاء، اہل صلاح و معرفت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ خضر کو دیکھنے، ان سے ملاقات کرنے، ان سے کچھ سیکھنے اور ان سے بات چیت کرنے اور ان کے متبرک اور خیر کی جگہوں میں موجود ہونے کے بارے میں صوفیاء کے اس قدر واقعات ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور وہ اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ خالی از فائدہ ہے۔

شیخ ابو عمرو بن صلاح کہتے ہیں: جمہور علماء صالحین اور عام علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں، بعض محدثین سے اس کا انکار شاذ ہے۔

خضر کے بارے میں پوچھے جانے پر جواب میں سیوطی نے درج ذیل اشعار پڑھے:

لإلياس خلف شاع في الخضر وهل ... نبي أو ولي قد نما أو حي ببقاء

ولكل قول حجة مشهورة ... تسمو على النجوم في العلياء

والمرتضي يقول الحياة فكم له ... من حجج تخل الدهر عن إحصاء

خضر وإلياس بأرض مثله ... عيسى وإدريس بقوا بسماء

هذا جواب ابن السيوطي الذي ... يرجو من الرحمن خير جزاء

ابن عباس سے مروی ہے: خضر کی موت کو بھلا دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ دجال کو جھٹلائیں گے (یہ روایت باطل ہے اس سے استدلال درست نہیں ہے)۔

ثعلبی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ خضر کی موت آخری زمانے میں ہوگی جب قرآن کو اٹھا لیا جائے گا۔(1)

میں کہتا ہوں اس پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

(1) تہذیب الاسماء واللغات ج1ص177، فتح الباری ج6ص434

قابل غور بات:

جو شخص حدیث کا طالب ہوگا اور جسے نقد حدیث کے قواعد کی معمولی بھی سوجھ بوجھ ہوگی اس پر یہ بات مخفی نہیں ہوگی کہ حیاۃ خضر کے بارے میں جو بھی روایتیں بیان کی جاتی ہیں خواہ وہ مرفوع ہوں یا موقوف، اسی طرح اس سلسلے میں بیان کی جانے والی حکایات وواقعات بالکل بے وقعت و بے حیثیت ہیں، جن سے حجت نہیں قائم کی جاسکتی جیسا کہ روایت کی بحث وتمحیص اور دراسہ کے قواعد میں بیان کردیا گیا ہے۔ اور قاری پر اس کتاب کے مطالعہ کے وقت ان روایات اور ان کے اسانید ومتن کی تحقیق کے ضمن میں واضح ہوجائے گا۔ ان شاءاللہ

علامہ ابن الجوزیؒ کہتے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو توفیق دے۔ اس طرح کی چیزوں کے بارے میں خرابی تین طریقے سے واقع ہوتی ہے۔

ا۔ منقولات سے ناواقفیت:

بہت سارے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کسی مسند کو دیکھ کر اس پر اعتماد کر لیتے ہیں اور صحیح وسقیم کی انہیں معرفت نہیں ہوتی ہے۔

اور یہ خرابی دور حاضر کے ہر فن کے علماء میں عام ہے جب ان میں سے کسی سے کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے یہ میری سنی ہوئی بات ہے اور میرے پاس اس کی سند ہے، حتی کہ حدیث رسول میں بھی ان چیزوں کو شامل کردیا گیا ہے جو حدیث رسول نہیں ہے پھر دوسری چیزوں کا کیا کہنا ہے۔

۲۔ کچھ نیک لوگوں کی بے توجہی لاپرواہی اور غفلت:

اگر انہوں نے کسی کو دیکھا اور وہ غائب ہوگیا یا اس سے کوئی ایسی چیز دیکھی جو کرامت کے مشابہ تھی تو جھٹ اسے تسلیم کرلیا اور اسی کے مطابق کہنے لگے مثلاً کسی نے کہہ دیا کہ خضر زندہ ہیں تو یہ کہنے لگے کہ میں نے خضر کو دیکھا ہے۔ اسی طرح ان میں سے

کبھی کسی نے ایسے شخص کو دیکھا جس کا نام خضر تھا تو وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ خضر موسیٰؑ ہیں۔ کبھی کبھار کوئی شیطان یا جن ان سے ملتا ہے اور وہ کہہ دیتا ہے کہ میں خضر ہوں، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ وہ نیک آدمی ہے۔

۳۔ شہرت وناموری کی چاہت وطلب:

کوئی کہنے والا کہتا ہے میں نے خضر سے ملاقات کی ہے اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے لوگوں میں اپنی جاہ ومنزلت کا ذریعہ بنائے، چنانچہ وہ وہ گھٹیا کپڑا استعمال کرتے ہیں، دھیمی رفتار سے چلتے ہیں نرم ونازک دکھائی دیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں زاہد اور متقی سمجھیں۔ یہ لوگ عبادت میں تو محنت ومشقت نہیں اٹھا سکتے ہیں کیونکہ اس میں پریشانی ہے البتہ ان کے لئے زاہد ہونے کا دعوی کرنا آسان ہے۔ میں نے اس سے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں خبر دار کیا ہے۔(۱)

علامہ ابن الجوزیؒ نے حیات خضر کے سلسلے میں وارد نصوص پر ماہر ناقد کی طرح نقد کیا ہے اور حیات خضر کے سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے پھر ایک مختصر رسالہ میں اس کی تلخیص کی ہے۔(۲)

خضر کے زندہ ہونے اور ان سے ملاقات کے بارے میں وارد اقوال کی حقیقت

جن لوگوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ انہوں نے خضر سے ملاقات کی ہے ان کے بارے میں قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مدعی نے جن سے ملاقات کی ہے وہ درحقیقت خضر ہی ہوں۔

---

(۱) تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۶۰، ۱۶۱ نقلا عن ابن الجوزی

(۲) مہذب تاریخ ابن عساکر نے اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ۲۲ اوراق میں ہے دیکھیں ج ۵ ص ۱۶۰

ان دعاوی کے بارے میں درج ذیل باتیں کہی جاسکتی ہیں:

۱۔ خضر نے دیکھنے والے سے خود ہی کہا ہے کہ میں خضر ہوں۔

۲۔ کسی مجہول شخص کو دیکھا ہو اور وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہو اور دیکھنے والوں نے گمان کرلیا ہو کہ وہ خضر ہیں۔

۳۔ خضر سے ملاقات کے مدعی نے کسی آدمی کو دیکھا اور اس نے اسے اپنے خیال میں خضر سمجھ لیا۔

۴۔ کسی آدمی کو دیکھا ہو اور کہہ دیا ہو کہ یہ خضر یا الیاس لگتے ہیں یا یہ آدمی خضر والیاس یا دوسرے ابدال کے مشابہ لگتے ہیں۔

۵۔ کسی تیسرے آدمی نے کسی مجہول شخص سے ملاقات کرنے والے کو بتایا یا اس نے کسی مخصوص طرح کی کوئی آواز سنی اور کہا جاتا ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ خضر ہیں یا تم نے خضر سے ملاقات کی ہے۔

۶۔ آدمی نے خود دوسرے کو بتایا ہو کہ میں نے خضر کو دیکھا ہے یا ان سے ملاقات کی ہے یا مجھ سے خضر نے بات کی ہے یا مجھے کچھ سکھایا ہے۔

۷۔ کسی نامعلوم آدمی کو دیکھا ہو جو کوئی عمدہ کام کر رہا ہو اور اس نے کہہ دیا ہو کہ یہ خضر ہی ہو سکتے ہیں۔

۸۔ کسی آدمی کی بات سے کوئی آدمی ڈر گیا ہو اور اس سے ڈرنے والے نے کہا ہو یہ بات تم کو خضر نے سکھائی ہوگی۔

خضر کے اب تک موجود ہونے اور ان کے اب تک زندہ رہنے کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں ان تمام کی یہی تعبیر ہو سکتی ہے۔

حیات خضر اور صحراء و وادی میں ان سے ملاقات پر دلالت کرنے والے جو نصوص ہیں ان پر معمولی غور وفکر کرنے والا آدمی بھی جان سکتا ہے کہ ان نصوص کی دلالت معنی مقصود

پر نہیں ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ نے ان روایات کے دراسہ و چھان بین کے بعد کہا ہے:

اس بارے میں جتنی بھی حکایات بیان کی جاتی ہیں ان میں سے بعض جھوٹ ہیں اور بعض کا مدار کسی آدمی کے گمان پر ہے مثلاً کسی آدمی نے کسی آدمی کو دیکھا اور یہ گمان کر لیا کہ یہ خضر ہیں جس طرح رافضہ کسی شخص کو دیکھ کر یہ خیال کر لیتے ہیں کہ یہ امام منتظر معصوم ہے۔(۱)

علامہ ابن الجوزیؒ کہتے ہیں کتنے تعجب کی بات ہے کیا ان کے پاس کوئی علامت ہے جس سے وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ خضر ہیں؟ کیا کسی عقلمند آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ کسی آدمی سے ملے اور اس سے وہ کہہ دے کہ میں خضر ہوں اور یہ اس کی بات کو سچ سمجھ لے۔(۲)

حیات خضر کے قائلین نے صوفیاء کے کلام سے بھی استدلال کیا ہے۔اس ضمن میں صحیح بات یہ ہے کہ صوفیاء کے کلام سے استدلال وہی کرے گا جو صوفیاء کی اصطلاح سے ناواقف ہے،صوفیاء کے کچھ مخصوص اصطلاحات ہیں انہوں نے اس بارے میں کتابیں بھی لکھی ہیں جس سے ان کے مخصوص اصطلاحات کو جانا جاتا ہے۔مثلاً وہ لوگ انس،صفاء اور انشراح کو خضر سے اور یاس وقبض کے مقام کو الیاس سے تعبیر کرتے ہیں۔اسکندر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے وہ ظلمات میں داخل ہوا خضر اس کے وزیر تھے یہ چشمۂ حیات کو تلاش کرنے لگا۔خضر کو یہ چشمہ مل گیا انہوں نے اس کا پانی پی لیا جس سے وہ ہمیشہ زندہ رہے اور اسکندر اس میں کامیاب نہیں ہوا۔اور یہ ان کی اصطلاح میں بظاہر باطل ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ متقدمین نے روح کی ایک مثال بیان کی ہے اور اس کا نام خضر رکھا ہے۔اور جسم کی ایک مثال بیان کی ہے اور اس کا نام اسکندر رکھا ہے۔جسم اور روح دونوں دار دنیا میں بقاء کے حریص تھے،روح نے اپنی آرزو کو پالیا۔یہ فنا نہیں ہوگی اور جسم نے اپنی آرزو ومطلوب کو نہیں پایا لہذا یہ فانی ہے،اس کی صراحت صوفیاء میں سے بہت سے لوگوں نے کی ہے جیسے ابن عربی طائی وغیرہ۔

---

(۱) فتاوی شیخ الاسلام ج ۲۷ ص ۱۰۱،۱۰۲

(۲) الموضوعات لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۹۷-۱۹۹

جماعت صوفیاء کے سرخیل ابن عربی نے وإذ قال موسیٰ لفتاه لا أبرح حتی أبلغ مجمع البحرین أو أمضی حقبا کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت کا ایک ظاہری معنی ہے جو اس قصہ میں مذکور ہے اور معجزات کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس کا ایک باطنی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ موسیٰ یعنی قلب نے نفس کے خادم سے بدن کے تعلق کے وقت کہا میں برابر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ مجمع البحرین یعنی ملتقی العالمین عالم الروح و عالم الجسم تک پہنچ جاؤں اور یہ دونوں انسانیت کی صورت اور مقام قلب میں میٹھا اور کھارا ہیں۔

استمرار حیات کے منکرین کی آراء

اصحاب الحدیث اور علماء آخرین کے محققین نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے جس طرح انبیاء و صالحین کی وفات ہو چکی ہے۔ اس رائے کے مؤیدین درج ذیل حضرات ہیں:

امام بخاری، ابراہیم حربی، ابوالحسین بن المنادی، شرف الدین ابو عبداللہ المرسی، ابوطاہر العبادی، ابویعلی الحنبلی، ابوالفضل بن ناصر، ابوبکر بن العربی، ابوبکر بن النقاش وغیرہم (رحمہم اللہ تعالی)

ابن القیم الجوزیہ نے کہا ہے: ان کے زندہ و باقی رہنے کے بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ (۱) اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابن القیم نے بالکل درست بات کہی ہے۔

حیات خضر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے خضر اور الیاس کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان دونوں کو لمبی عمر ملی ہے۔ ابن تیمیہؒ نے جواب دیا یہ دونوں زندہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کو لمبی

(۱) المنار المنیف ٦٧

عمر ملی ہے۔

ابراہیم حربی نے امام احمد بن حنبلؒ سے خضر اور الیاس کو لمبی عمر دیئے جانے کے بارے میں دریافت کیا تو کہا جس نے غائب کی جانب کسی بات کو منسوب کیا اس نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور یہ بات شیطان نے بتائی ہے۔(۱)

اور شیخ الاسلام نے اپنے فتاوی ج ۴ ص ۳۳۷ میں کہا ہے: امام بخاریؒ سے خضر و الیاس کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا یہ دونوں زندہ ہیں تو کہا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لا يبقى على راس مائة سنة ممن هو اليوم على ظهر الأرض أحد (۲)

جو لوگ آج روئے زمین پر زندہ موجود ہیں سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔

اور اپنے فتاوی میں کہا ہے، درست بات جس پر محققین قائم ہیں یہ ہے کہ: خضر نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ اگر وہ نبی ﷺ کے زمانے میں موجود ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ آپ پر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے جیسا کہ اللہ نے اس کو آپ پر اور آپ کے علاوہ پر واجب کیا تھا، اور وہ مکہ و مدینہ میں رہتے۔(۳)

علامہ ابن تیمیہؒ سے ان کے تلمیذ ابن القیمؒ نے نقل کرتے ہوئے کہا ہے:
امام ابن تیمیہؒ سے خضر کے متعلق دریافت کیا گیا تو کہا: اگر خضر زندہ ہوتے تو ان کے اوپر واجب تھا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آتے اور آپ کے سامنے جہاد کرتے اور آپ

(۱) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۳۷

(۲) صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۱۱ العلم باب السمر فی العلم المواقیت ۲۰ (او) ۳۰، ۴۰

(۳) فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۰۰، کتاب الزیارۃ ۴۴۹

سے سیکھتے۔اور نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا تھا اللّٰھم إن تھلك ھذہ العصابة لاتعبد فی الأرض (۱)

اے اللہ اگر یہ جماعت آج ہلاک ہو جائے گی تو زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔
اور یہ لوگ ۳۱۳ آدمی تھے جو اپنے نام اور اپنے آباء وقبائل کے نام سے مشہور تھے، تو اس وقت خضر کہاں تھے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا ایک اہم فتویٰ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے دریافت کیا گیا کہ خضر نبی تھے یا ولی اور کیا وہ اب تک زندہ ہیں؟ اگر وہ زندہ ہیں تو نبی ﷺ کے اس قول لو کان حیا لزارنی (اگر وہ زندہ ہوتے تو مجھ سے ملاقات کرتے) کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں، امام ابن تیمیہؒ نے جواب دیا:
رہی ان کی نبوت کی بات تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد نہ تو آپ کی جانب وحی کی گئی ہے اور نہ ان کے علاوہ کسی کی جانب، لیکن نبی ﷺ کی بعثت سے قبل تو ان کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے۔جس نے کہا ہے کہ وہ نبی ہیں اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ ان سے نبوت سلب کر لی گئی ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ الیاس نبی (۱) کی طرح

---

(۳) صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۸۷ رقم ۳۹۵۳ عن ابن عباس بلفظ اللّٰھم إنی أنشدك عھدك و وعدك اللّٰھم إن شئت لم تعبد...... صحیح مسلم (الجھاد ۱۲، ص ۸۴) بلفظ ....ھذہ العصابة من أھل الإسلام ...... ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۰ بلفظ اللّٰھم إنك إن تھلك ھذہ العصابة من أھل الإسلام فلا تعبد فی الأرض أبدا ، وج ۱ ص ۳۲ بدون إنك ......)

(۱) ضعیف سند سے ایک روایت یوں مروی ہے: أربعة من الأنبیاء أحیاء اثنان فی السماء عیسی و ادریس واثنان فی الأرض الخضر و الیاس فأما الخضر فإنه فی البحر و أما صاحبه فإنه فی البر ۔(الاصابة ج ۲ ص ۲۹۳، الفتح ج ۶ ص ۴۳۴، الدر المنثور ج ۴ ص ۲۳۹۴) انبیاء میں سے چار نبی زندہ ہیں دو آسمان میں ہیں عیسیٰ و ادریس اور دو زمین میں ہیں خضر و الیاس، خضر تری میں ہیں اور الیاس خشکی میں۔

ہیں لیکن ان اوقات میں ان کی جانب وحی نہیں کی گئی ہے۔ اور مدت معینہ میں ان کی جانب ترک وحی یہ حقیقت نبوت کی نفی نہیں ہے جس طرح نبی ﷺ سے آپ کی مدت رسالت کے اثناء میں وحی کا سلسلہ رک گیا تھا۔

اکثر علماء اس جانب گئے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے جب کہ ہم سے پہلے لوگوں کی نبوت زیادہ تر امت میں کرامت وکمال کے قریب ہے، اگر چہ نبیوں میں سے ہر ایک اور صدیقین میں سے ہر ایک سے افضل ہے جیسا کہ قرآن نے اس کی ترتیب قائم کی ہے۔(۱) اور جیسا کہ نبی ﷺ نے بیان کیا ہے: ماطلعت الشمس ولا غربت علی أحد بعد النبیین والمرسلین أفضل من أبی بکر الصدیق (۲) انبیاء ومرسلین کے بعد ابوبکر وعمر سے افضل کسی شخص پر نہ سورج طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے۔

اور آپ ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا اگر آدمی آواز سنتا ہے تو وہ نبی ہے۔(۳)

---

(۱) (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا سورۃ النساء ۶۹، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خضر ولی ہیں تو اس آیت کی روشنی میں ابوبکر وعمر ان سے افضل ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مختصر الفتاوی المصریہ ۵۶۰، ۵۶۱

(۲) الأوسط للطبرانی ج۹ ص ۴۳، ۴۴ مجمع الزوائد نحوہ عن جابر بن عبداللہ قال الهیثمی ــــ وفیه اسماعیل بن یحیی التیمی و هو کذاب والطبرانی فی الکبیر ج۹ ص ۴۴، مجمع الزوائد نحوہ عن أبی هریرة وقال الهیثمی فیه بقیة و هو مدلس و بقیة رجاله وثقوا، کنز العمال ج۱۲ ص ۵۳، ۵۴ نحوہ عن أبی الدرداء و قال رواہ ابن عساکر و سندہ حسن، و رواہ الطبرانی (ج۹ ص ۴۴) مجمع عن سلمة بن الأکوع أبو بکر الصدیق خیر الناس إلا ان یکون نبی وقال فیه اسماعیل بن زیاد وهو ضعیف، الأحادیث الواردة فی هذاالمعنی کلها فیها کلام و فضائل أبی بکر رضی الله عنه ثابتة فی أحادیث أخری کثیرة۔

(۳) یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کس نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

اور اس امت میں سے بعض ایسے ہیں جو اس کو سنتے ہیں اور روشنی دیکھتے ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ جو وہ دیکھیں اور سنیں اس کے بارے میں واجب ہے کہ اس کو اس پر پیش کریں جس کو لے کر محمد ﷺ آئے ہیں۔ اگر اس کے موافق ہے تو حق ہے اور اگر اس کے مخالف ہے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ جو اللہ کے پاس سے آیا ہے وہ یقینی ہے اس میں شک کی ملاوٹ نہیں ہے اور وہ اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ دوسرے کی موافقت سے اس پر گواہ بنایا جائے۔

رہا ان کی حیات کا مسئلہ تو وہ زندہ ہیں (۱) اور حدیث مذکور (۲) کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ اس کی سند معروف ہے۔ یہ روایت مسند شافعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے۔ (۳) اور جس کا یہ قول ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ملاقات نہیں کی ہے اس نے ایسی بات کہی ہے جس کا اسے علم نہیں ہے کیونکہ یہ ایسا علم ہے

---

(۱) ابن تیمیہ کا یہ قول ان کے دوسرے اقوال اور تحریروں کے متناقض ہے، اسی طرح ان کے تلامذہ نے جو ان کا نظریہ نقل کیا ہے اس کے بھی مخالف ہے

(۲) حدیث مذکور سے مراد یہ حدیث ہے۔ رحم اللہ أخی الخضر لو کان حیا لزارنی۔ ابن تیمیہؒ نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ حدیث مرفوع ثابت نہیں ہے۔ یہ ان بعض سلف کا قول ہے جو حیات خضر کے منکر ہیں۔ ملاحظہ ہو کشف الخفاء و مزیل الإلباس ج۱ص۴۲۶، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۱۰۹، الفوائد المجموعۃ للشوکانی ص۲۲۷، الاسرار المرفوعۃ ص ۲۰۷، ۲۹۴، ۲۹۵۔ اور اس میں ہے خیضری نے کہا ہے اس کی سند معروف نہیں ہے یہ بعض کذابین کی گھڑی ہوئی ہے، اسنی المطالب ص۱۷۷، ۲۹۲۔ الحوت البیرونی نے کہا ہے کہ یہ موضوع ہے، اور ان کی موت و حیات کے بارے میں کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے۔

(۳) (خضر کے نبی ﷺ سے ملاقات کے سلسلے میں جتنی بھی روایتیں وارد ہیں سب موضوع و باطل ہیں۔ ابن المنادی نے کہا ہے خضر نے ہمارے نبی سے ملاقات نہیں کی ہے الموضوعات لابن الجوزی ج۱ص ۱۹۷، البدایۃ والنہایۃ ج۱ص۳۲۱۔ ابن تیمیہ ہی کا قول موجود ہے والصواب الذی علیہ المحققون ، وانہ لم یدرک الاسلام ، فتاوی ابن تیمیہ ج۲۷ص۱۰۰، کتاب الزیارۃ ص۴۴۹)

جس کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔(۱)

جس نے خضر کی وفات پر نبی ﷺ کے اس قول أر أیتکم لیلتکم هذه فإنه علی رأس مائة سنة لا یبقی علی وجه الأرض ممن هو علیها الیوم أحد سے استدلال کیا ہے اس کے لئے اس روایت میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ خضر اس وقت روئے زمین پر نہ رہے ہوں اس لئے کہ دجال اور جساسہ (۲) نبی ﷺ کے زمانے میں زندہ وموجود تھے اور وہ اب تک باقی ہیں ان کا خروج نہیں ہوا ہے اور وہ جزائر بحر میں سے کسی جزیرہ پر ہیں۔ تو جو جواب ان کے بارے میں ہوگا وہی جواب خضر کے بارے میں ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس خبر میں لفظ ارض داخل نہیں ہے یا نبی ﷺ نے اس سے معروف آدمیوں کو مراد لیا ہو اور جو چیز عادۃً خارج ہو وہ عموم میں داخل نہیں ہوتی جس طرح کہ جن داخل نہیں ہیں اگر چہ لفظاً جن وانس سب داخل ہیں۔ اور اس طرح کے عموم میں تخصیص زیادہ اور معتاد ہے۔(۳)

---

(۱) علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں حیات خضر کا قول اللہ کے بارے میں بلا علم بات کہنی ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اگر خضر زندہ ہوتے تو اس پر قرآن وسنت اور اجماع امت کی دلالت ہوتی۔ یہ کتاب اللہ ہے اس میں حیات خضر کا تذکرہ کہاں ہے؟ یہ سنت رسول ہے اس میں اس کی کسی طرح کی دلالت کہاں ہے؟ یہ علماء امت ہیں کیا خضر کی حیات پر ان کا اجماع ہے، ملاحظہ ہو المنار المنیف ص ۲۹، ۷۶)

(۲) حدیث دجال وجساسہ صحیح وثابت ہے لیکن حدیث بقاء خضر ثابت نہیں ہے لہذا اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حدیث دجال وجساسہ کے لئے دیکھیں: صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۲۶۱، ترمذی ج ۴ ص ۵۲۱ ابوداؤد ج ۴ ص ۴۹۹، ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۵۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۳، ۴۳۷، ۴۱۷، ۴۱۸۔

(۳) یہ تمام تاویلات اللہ عز وجل کی کتاب میں موجود نص صریح کے مخالف ہے لہذا باطل ہے۔ اللہ نے فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ (الانبیاء ۳۴)۔ اللہ تعالی نے جس کو لمبی عمر دی ہے اس کا تذکرہ قرآن میں کردیا ہے جیسا کہ حضرت نوحؑ کے بارے میں ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَاماً فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (العنکبوت ۱۴) والله أعلم

اس فتوی کے آخری حصہ پر نقد و تبصرہ

جو شخص امام ابن تیمیہؒ کی تحریروں سے واقفیت رکھتا ہے کہ انہوں نے حیات خضر کے استمرار کی تردید کی ہے وہ اس فتوی کے آخری حصہ سے حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور وہ ابن تیمیہؒ کی دوسری تحریروں سے اس کا کوئی ربط اور تعلق نہیں پاتا ہے اور اس کے سامنے متعدد سوالات آجاتے ہیں مثلاً:

۱۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنے اس فتوی میں خضر کے نبی ﷺ سے ملاقات کے بارے میں حدیث سے کیسے استدلال کر دیا ہے جب کہ انہوں نے اکثر مقامات پر اس کی تردید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے: والصواب الذی علیه المحققون أنه لم یدرك الإسلام (۱) پھر انہوں نے نبی ﷺ سے کیسے ملاقات کی۔

۲۔ یہاں پر انہوں نے حدیث صحیح أرأیتکم لیلتکم هذه کی تاویل کیسے کی کہ ممکن ہے کہ خضر اس وقت روئے زمین پر موجود نہ رہے ہوں جب کہ خود علامہ رحمہ اللہ نے امام بخاریؒ کی اسی حدیث سے خضر کے عدم بقاء پر اپنے دیگر فتاوی میں استدلال کیا ہے اور وہاں، خاموش رہے ہیں اور اپنی عادت کے مطابق اس کی تردید نہیں کی ہے۔ اسی طرح جن لوگوں سے ان کے عدم بقاء کے بارے میں قول نقل کیا ہے جیسے امام احمد وغیرہ ان کی بھی تردید نہیں کی ہے۔

۳۔ اور کیوں خضر کے عدم بقاء پر حدیث نبوی جو غزوہ بدر کے بارے میں وارد ہے اللّٰهم إن تهلك هذه العصابة لا تعبد فی الارض سے استدلال کیا ہے؟ اس طرح کہ اگر وہ موجود ہوتے تو ان پر واجب ہوتا کہ آپ نبی ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ کے ساتھ تاریخ اسلامی کے اس فترہ میں جس سے مسلمان دوچار ہوئے حتی کہ نبی ﷺ کو مذکورہ بات کہنی پڑی، جہاد کرتے۔ اور اس حق و باطل کے درمیان فرق کرنے

---

(۱) دیکھئے فتاوی شیخ الاسلام ج ۲۸ ص ۱۰۰ و کتاب الزیارۃ ص ۴۴۹

والے غزوہ میں مجاہدین کی تعداد ۳۱۳ تھی جو اپنے اور اپنے آباء وقبائل کے نام سے مشہور تھے۔ اس وقت خضر کہاں تھے۔

۴۔ اور کیوں آپ کے تلمیذ رشید شمس الدین ابن القیمؒ نے اپنے استاذ کی استمرار حیات خضر کے بارے میں رائے کو ترک کر دیا اور ان سے صرف ان کے عدم بقاء کی رائے کو نقل کیا۔ اور اپنی کتاب اسماء مولفات ابن تیمیہ میں خضر کے بارے میں ان کے دو رسالہ کا ذکر کیا ان میں سے ایک کا نام التحریر فی رسالة الخضر ہے اور دوسرے کا نام رسالة فی الخضر هل هو مات أم هو حی ہے۔

اس طرح کے بہت سے جواب طلب سوالات ذہن میں آتے ہیں جس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ فتوی تین احوال میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہے۔

ا۔ یا تو یہ کہا جائے کہ حیات خضر کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا قول ان کا آخری راجح قول ہے، لیکن یہاں اس کا رد اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کا حیات خضر کے انکار سے متعلق اقوال ان کی بقاء سے متعلق اقوال سے زیادہ قوی اور ٹھوس ہیں اور انکار حیات کے بارے میں ان کے اقوال زیادہ بھی ہیں اور زیادہ مواقع پر ہیں جب کہ بقاء کے سلسلے میں قول صرف ایک جگہ ہے۔

اور یہ ابن تیمیہؒ کے معروف منہج کے خلاف ہے کیونکہ جس چیز کو وہ صحیح سمجھتے ہیں اس کا ذکر متعدد جگہ پر اور ادنیٰ مناسبات سے بھی کرتے ہیں۔

۲۔ یا یہ کہا جائے کہ حیات خضر کے سلسلے میں یہ ان کا متقدم قول ہے اور متاخر قول انکار حیات کا ہے۔ اسی لئے ان کی آخری رائے بہت سی جگہوں پر پائی جاتی ہے، یہی بات صحت اور تحقیق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ ابن تیمیہؒ کتاب وسنت کے تمسک اور عقائد کے باب میں بہت سخت تھے۔

اس بات پر دلیل یہ بھی ہے کہ علامہ ابن القیمؒ نے ان سے حیات خضر کا انکار نقل

کیا ہے اگر یہ مرجوح یا متقدم قول ہوتا تو اسے نقل نہ کرتے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اسماء مولفات ابن تیمیہ میں امام ابن تیمیہؒ کی خضر کے بارے میں دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ یا یہ کہا جائے کہ ابن تیمیہؒ کی جانب اس قول کی نسبت درست نہیں ہے یہ ان کے خلاف ایک سازش ہے۔

ابن الجوزیؒ کا انکار

علامہ ابن القیمؒ حیات خضر کے سلسلے میں ابن الجوزیؒ کے رد کو ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اس بات پر دلیل کہ خضر اب دنیا میں باقی نہیں ہیں چار چیزیں ہیں قرآن، سنت، محققین علماء کا اجماع، عقل۔

قرآن کی دلیل

قرآن میں ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (۱) ہم نے کسی بشر کے لئے دوام و ہمیشگی نہیں رکھی ہے اب اگر آپ کا انتقال ہو گیا تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اب اگر خضر موجود ہیں تو گویا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (۲)

---

(۱) سورۃ الانبیاء ۳۴

(۲) علامہ ابن الجوزیؒ کی دلیل سورہ آل عمران کی یہ آیت بھی ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ﴾ ۸۱

ابن عباسؓ کہتے ہیں ما بعث الله نبيا إلا أخذ عليه الميثاق لئن بعث محمد وهو حي ليؤمنن به ولينصرنه ...... ذكره البخاري۔ اللہ نے ہر نبی سے میثاق لیا ہے اگر محمد ﷺ کی بعثت کے وقت وہ زندہ ہوں تو آپ پر ضرور ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ امام بخاریؒ نے اس کو ذکر کیا ہے۔

سنت کی دلیل

سنت سے ان کی دلیل یہ ہے آپ ﷺ نے ایک بار فرمایا أرایتکم لیلتکم ھذہ فإن علی راس مائة سنة منھا لا یبقی علی ظھر الأرض ممن ھو الیوم علیھا أحد متفق علیہ(۱)

کیا میں تمہیں تمہاری اس رات کے بارے میں خبر نہ دے دوں اس رات سے سو سال مکمل ہونے کے بعد اس روئے زمین پر ان لوگوں میں سے جو آج اس پر موجود ہیں کوئی بھی باقی نہیں بچے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت سے کچھ پہلے فرمایا مامن نفس منفوسة یأتی علیھا مائة سنة وھی یومئذ حیة (۲)

جو آدمی بھی اس وقت زندہ ہے وہ سو سال کے بعد باقی نہیں رہے گا

علماء محققین کا اجماع

امام بخاریؒ اور علی بن موسیٰ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے۔

امام بخاریؒ سے حیات خضر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے أر أیتکم لیلتکم ھذہ فإن علی راس مائة سنة منھا لا یبقی ممن علیٰ ظھر الأرض أحد (۳)

(۱) صحیح البخاری ج۱ص۲۱۱ العلم السمر فی العلم رقم۱۱۶، صحیح مسلم ج۱۶ص۸۹۔۹۱ عن جابر و أبی سعید الخدری و ابن عمر رضی اللہ عنھم

(۲) صحیح مسلم ج۱۶ص۹۰۔۹۱

(۳) صحیح البخاری ج۱ص۲۱۱ العلم باب السمر فی العلم والمواقیت ۲۰ او ۳۰، ۴۰

جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے کوئی بھی سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔

جن لوگوں نے کہا ہے کہ خضر فوت ہو گئے ہیں ان میں ابراہیم بن اسحاق الحربی اور ابوالحسین المنادی ہیں یہ دونوں امام ہیں، اور ابن المنادی تو اس شخص کی بات کو سخت نا پسند کرتے ہیں جو کہتا ہے کہ خضر اب تک زندہ ہیں۔

قاضی ابویعلیٰ نے بعض اصحاب احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کی وفات ہو گئی ہے۔ اور بعض اہل علم کی جانب سے یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کے اوپر واجب تھا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آتے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا والذی نفسی بیده لو كان موسیٰ حیا ماوسعه إلا أن يتبعني (۱)

---

(۱) مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸، ۳۸۷۔ مکمل حدیث یوں ہے: عن جابر بن عبد الله أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أتى النبى ﷺ بكتاب أصابه من بعض أهل الكتاب فقرأه على النبى ﷺ فغضب فقال أمتهوكون فيها يا ابن الخطاب، التهوك: التهور، و قيل التحير۔ والذى نفسى بيده لقد جئتكم بها بيضاء نقية، لا تسألوهم عن شىء فيخبروكم بحق فتكذبوا به، أو بباطل فتصدقوا به والذى نفسى بيدى لو أن موسىٰ حيا ما وسعه إلا أن يتبعنى۔

مسند احمد کی ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں...... فإنه لو كان موسىٰؑ حيا بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعني ۔ دونوں روایتوں کی سند میں مجالد بن سعید بن عمر ہمدانی ہیں جو قوی نہیں ہیں۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴ میں کہا ہے کہ ان کو احمد اور یحییٰ بن سعید وغیرھما نے ضعیف کہا ہے لیکن علامہ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ ملاحظہ ہو تعلیق الالبانی علی المشکاۃ ج ۱ ص ۶۳، الارواء ج ۶ ص ۳۶۔ ۳۸ مفصلا۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ میری اتباع کرتے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

خضر کو زندہ کیسے مانا جا سکتا ہے جب کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جماعت سے نماز پڑھی ہے نہ جمعہ کی نماز پڑھی ہے اور نہ آپ کے ساتھ جہاد کیا ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر اتریں گے تو اس امت کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے خود آگے نہیں بڑھیں گے تاکہ یہ ہمارے نبی کی نبوت کے اندر عیب نہ پیدا کرے۔

ابوالفرج کہتے ہیں کتنے ناسمجھ ہیں وہ لوگ جو خضر کے وجود کو ثابت کرتے ہیں اور اس اثبات کے ضمن میں اس شریعت سے اعراض کو فراموش کر دیتے ہیں۔

عقلی دلائل

۱۔ جو لوگ خضر کی حیات کو ثابت کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ وہ حضرت آدم کے صلبی بیٹے ہیں (۱) اور یہ قول دو اعتبار سے فاسد ہے۔ ایک یہ کہ اگر اس کو مان لیا جائے تو اس وقت ان کی عمر چھ ہزار سال کی ہوگی جیسا کہ یوحنا کی کتاب میں مذکور ہے اور اتنی طویل عمر عام طور پر کسی آدمی کے لئے بعید ہے۔ دوسرا یہ کہ خضر حضرت آدمؑ کے صلبی بیٹے ہیں یا ان کے چوتھے پوتے ہیں اور یہ ذوالقرنین کے وزیر تھے اس طرح ہمارے قد کی طرح ان کا قد نہیں ہوگا بلکہ بے حد لمبے چوڑے ہوں گے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

خلق اللہ آدم طولہ ستون ذراعا، فلم یزل ینقص بعدہ (۲)

---

(۱) یہ قول روایت کے اعتبار سے بھی ناقابل اعتبار ہے۔ اس روایت کو دارقطنی نے رواد کے طریق سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ومتروک ہیں۔ حضرت عباس سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔

(۲) صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۶۱، مسلم ج ۷ ص ۱۷۷، ۱۷۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵

اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی پھر اس کے بعد برابر قد کی لمبائی کم ہوتی گئی۔

۲۔ اگر خضر نوحؑ سے پہلے ہوتے تو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوتے حالانکہ یہ بات کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔

۳۔ علماء کا اس بات پر اتفاق۔ ہے کہ طوفان ختم ہونے کے بعد جب حضرت نوحؑ کشتی سے اترے تو ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب فوت ہو گئے اور ان کی نسل ختم ہو گئی اور نسل نوح کے علاوہ کوئی باقی نہ بچا، اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (۳) (اور ہم نے صرف اس کی نسل کو باقی رکھا) اس سے ان کا قول باطل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ نوحؑ سے پہلے کے ہیں۔

۴۔ اگر اس بات کو صحیح مان لیا جائے کہ بنی آدم میں سے کوئی آدمی ایسا ہے جو پیدا ہونے کے بعد آخری زمانے تک زندہ ہے اور اس کی پیدائش نوح سے پہلے کی ہے تو یہ بڑی نشانیوں اور عجائب میں سے ہوتا اور قرآن میں اس کا ذکر کئی جگہ ہوتا کیوں کہ یہ ربوبیت کی عظیم نشانیوں میں سے ہے اور اللہ تعالی نے جس کو ساڑھے نوسو سال زندہ رکھا اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱) تو پھر جس کو آخری زمانہ تک زندہ رکھتا اس کا ذکر کیسے نہ کرتا۔ اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات لوگوں کے درمیان شیطان نے پھیلائی ہے۔

۵۔ حیات خضر کا عقیدہ رکھنا اللہ کے بارے میں بلا علم کوئی بات کہنی ہے اور یہ نص

---

(۱) سورۃ الصافات: ۷۷

(۲) یہاں اشارہ قرآن کی اس آیت کی جانب ہے: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَاماً فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۔العنکبوت: ۱۴۔

ترجمہ: ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ پچاس کم ایک ہزار برس ان کے درمیان رہا آخر کار ان لوگوں کو طوفان نے آ گھیرا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔

قرآن سے حرام ہے۔ کیوں کہ اگر ان کی حیات ثابت ہوتی تو اس پر قرآن، سنت اور اجماع امت کی دلالت ہوتی، لیکن غور کیجئے قرآن میں کہاں ہے؟ سنت رسول میں کیا کوئی ایسا ثبوت ہے؟ کیا علماء امت نے ان کی حیات پر اجماع کیا ہے؟

۶۔ زیادہ سے زیادہ حیات خضر پر حکایات منقولہ سے دلیل لی جاسکتی ہے لیکن جو آدمی بتاتا ہے کہ اس نے خضر کو دیکھا ہے اس سے پوچھا جائے کہ کیا خضر کی کوئی علامت ہے جس سے وہ ان کو پہچان لیتا ہے، اکثر لوگ محض اس قول سے دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ میں خضر ہوں اور یہ بات معلوم ہے کہ اس کے قائل کی بات اللہ کی جانب سے کسی دلیل کے بغیر مانی نہیں جاسکتی ہے، چنانچہ مخبر کے بارے میں یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔

۷۔ خضر نے موسیٰ کلیم الرحمٰن سے هذا فراق بيني و بينك کہہ کر جدائی اختیار کر لی اور ان کے ساتھ نہیں رہے، لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ موسیٰ جیسے صالح آدمی کے ساتھ تو نہیں رہ سکے لیکن ان جاہلوں کے ساتھ رہنے لگے جنہیں شریعت کا کوئی علم نہیں ہے اسی طرح نہ وہ جمعہ و جماعت میں حاضر ہوتے ہیں نہ مجلس علم میں۔ اور ان میں سے ہر ایک کہتا ہے خضر نے کہا، میرے پاس خضر آئے، خضر نے مجھے نصیحت کی۔ تعجب ہے کہ خضر نے موسیٰ سے جدائی اختیار کر لی اور ان جاہلوں سے ملاقات کرنے لگے۔ جو نہ وضو کا طریقہ جانتے ہیں، نہ نماز کا طریقہ انہیں معلوم ہے۔

۸۔ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کہے کہ میں خضر ہیں اگر وہ کہے میں نے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے آپ ایسا اور ایسا فرمارہے تھے تو اس کی بات پر توجہ نہیں دی جائے گی اور نہ دین میں اس کے قول سے حجت قائم کی جائے گی، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے نہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہے نہ آپ سے بیعت کی ہے۔ یا اگر یہ جاہل کہے

کہ آپ ﷺ ان کی جانب نہیں بھیجے گئے ہیں تو یہ کفریہ عقیدہ ہے۔(۱)

۹۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو کفار سے جہاد کرتے۔ اللہ کے راستے میں شب بیداری کرتے جمعہ و جماعت میں حاضر ہوتے اور ان کا دین کی تعلیم دینا صحرا و بیابان میں سیر و سیاحت سے افضل ہوتا۔ اور یہ ان کے لئے بڑے عیب وطعن کی بات ہے۔

اس طرح کے بہت سارے نصوص ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ خضر زندہ نہیں ہیں جیسا کہ قاری کو آگے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ حیاتِ خضرؑ کے بارے میں وارد احادیث مرفوعہ یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں اور جو حکایات و اخبار ہیں وہ سب ساقط الاعتبار ہیں۔

ہمارے نزدیک اس طرح کی چیزوں کو جانچنے کے لئے صحیح معیار کتاب وسنت ہے۔ اگر کتاب وسنت سے ثابت ہے تو دل و جان سے قبول ہے اگر مخالف ہے تو قابل رد ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

☆☆☆

اب آپ اصل کتاب الزهر النضر فی نبأ الخضر ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) شارح العقیدة الطحاویة نے کہا ہے فمن ادعى أنه مع محمد ﷺ كالخضر مع موسىٰ (أى أنه لم يرسل إليه) أو جوز ذلك لأحد من الأمة فيجدد إسلامه

(شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۵۷۷)

جو شخص یہ دعوی کرے کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے خضر موسیٰ کے ساتھ تھے یعنی آپ اس کی طرف نہیں بھیجے گئے ہیں یا اس بات کو امت میں سے کسی کے لئے جائز قرار دے تو وہ اپنے اسلام کی تجدید کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بقا و دوام کے ساتھ منفرد ہے اور اس (محمد ﷺ) کے اوپر مزید درود و سلام ہے جس کو اس نے مزید تفضّل و سیادت کے ساتھ خاص کیا ہے اور جس پر کتاب مکنون میں ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (۱) (ہم نے کسی بشر کے لئے دوام و ہیشگی نہیں رکھا ہے اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے) نازل کیا ہے اور اس کے آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیش قیامت کے دن تک سلامتی و رحمت نازل ہو جو خیر کا حکم دیتے تھے اور خیر پر عمل کرتے تھے۔ (۲)

حمد و صلاۃ کے بعد:

بار ہا مجھ سے اس وقت اور پہلے بھی یہ سوال کیا گیا ہے کہ خضر صاحب موسیٰ (جن سے حضرت موسیٰ کی ملاقات ہوئی تھی اور اس ملاقات کا واقعہ سورہ کہف میں بیان ہوا ہے) نبی تھے یا ولی اور کیا ان کو اتنی عمر ملی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کی نبوت کا زمانہ پایا ہے اور آپ کے بعد بھی زندہ رہے ہیں یا آپ کی نبوت سے پہلے ہی انتقال کر گئے ہیں یا وہ اب بھی زندہ و باقی ہیں اور اسی طرح ان سے متعلق بہت سی باتیں، اور میں نے اس سلسلے میں ان تصانیف سے جن کو قدماء میں سے ابوالحسین بن المنادی اور متاخرین میں سے ابوالفرج

(۱) الانبیاء: ۳۴۔ خضر اگر بشر ہیں تو لامحالہ اس عموم میں داخل ہیں اور اس عموم سے ان کو خاص کرنا کسی دلیل صحیح ہی سے جائز ہو سکتا ہے

(۲) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں اس خطبہ میں براعۃ الاستہلال ہے یعنی اس خطبہ ہی سے اس جانب اشارہ مل جاتا ہے کہ خضر کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔

ابن الجوزی نے اس موضوع پر تصنیف کیا ہے استفادہ کیا تھا اور انھی دونوں کی باتوں میں بعض ان باتوں کا اضافہ کرلیا تھا جن کو تتبع بالغ کے بعد پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

پھر جب میں نے اپنی کتاب "الإصابة في تميز الصحابة" میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں ہر اس خبر کو بیان کروں جس میں آیا ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے تو پھر خضر کا ذکر کرنا میرے لئے لازم ہو گیا، اس لئے کہ یہ اصابہ کی شرط میں سے ہے۔ اگر چہ کسی صحیح خبر میں یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ خضر جملہ صحابہ میں سے ہیں اور اب میں صرف خضر کے بارے میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں تا کہ ان کے بارے میں سوال کرنے والا ہر شخص جان لے جو میں نے ان کے بارے میں پڑھا اور سنا ہے اور میں نے اس کو کئی ابواب میں تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے نفع کا سائل ہوں یقیناً وہ قریب اور دعاؤں کا سننے والا ہے۔

نسب کا بیان

خضر کے نسب کے بارے میں ۱۴ اقوال ہیں.

۱۔ بیان کیا گیا ہے کہ خضر آدم کی صلبی اولاد میں سے ہیں (۱)

۲۔ یہ قابیل کے بیٹے ہیں۔ ابوحاتم سجستانی نے اسے اپنی کتاب المعمرین میں بیان کیا ہے۔ کہا ہم سے ہمارے مشائخ نے بیان کیا ہے ان میں سے ابوعبیدہ بھی ہیں پس اس کو ذکر کیا ہے اور یہ مفصل ہے اور اس مقالہ والے نے بیان کیا ہے کہ ان کا نام خضرون ہے وہ

---

(۱) اس قول کو دارقطنی نے "الافـراد" میں رواد بن الجراح عن مقاتل بن سلیمان عن الضحاک عن ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے طریق سے بیان کیا ہے اور رواد ضعیف اور مقاتل متروک ہیں اور ضحاک کو ابن عباسؓ سے سماع حاصل نہیں ہے۔

خضر ہیں۔(۱)

۳۔ وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ بلیا بن ملکان بن فالغ بن شالخ بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح ہیں (۲) اس کے قائل ابن قتیبہ ہیں۔ امام نووی نے بھی یہی بیان کیا ہے (۳) اور یہ اضافہ کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ان کے باپ کا نام ملکان نہیں بلکہ کلمان ہے۔(۴)

۴۔ اسماعیل بن ابی ادریس سے مروی ہے: یہ معمر بن مالک بن عبداللہ بن نصر بن الازد ہیں۔(۵)

اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام عامر ہے اس قول کو ابو الخطاب بن دحیۃ نے ابن حبیب بغدادی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔(٦)

۵۔ یہ ابن عمائیل بن النور (۷) بن العیص بن اسحاق ہیں۔ ابن قتیبہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے اسی طرح مقاتل نے بھی ان کے باپ کا نام عمائیل بتایا ہے۔(۸)

٦۔ یہ موسیٰ کے بھائی ہارون کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کو کلبی نے ابو صالح سے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور یہ بعید قول ہے اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ابن اسحاق کا یہ قول ہے کہ وہ ارمیا بن خلقیا ہیں، ابو جعفر بن جریر نے اس قول کی تردید کی

---

(۱) المعمرون ۳، البداية والنهاية ٤/٣٢٦، الإصابة ٢/٢٨٦

(۲) تاريخ الطبرى ١/٣٦٥، الكامل لابن الاثير ١/٣٢٦، مروج الذهب ٢/٤٥، البداية ١/٣٢٦

(۳) دیکھیں البداية والنهاية ٤/٣٢٦، تهذيب الاسماء ١/١٧٦

(۴) الاصابة ٢/٢٨٦

(۵) البداية والنهاية ۴/۳۲۶، اس میں ازد کے بدلے لازد ہے اور عبداللہ کے بجائے عبدان ہے۔

(٦) البداية والنهاية ٤/٣٢٦، الاصابة ٢/٢٨٧

(۷) البداية والنهاية میں النور کے بدلے الیفز ہے اور عمائیل کے بدلے عمائیل ہے

(۸) مروج الذهب ١/٦٠،٦١/ الاصابة ٢/٢٨٧/ بدائع الظهور ١٣٥، منهاج اليقين ١٢٤

ہے۔(۱)

۷۔یہ فرعون کی بیٹی کے بیٹے ہیں، اس قول کو محمد بن ایوب نے ابن لھیعہ سے بیان کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ فرعون کے صلبی بیٹے ہیں، نقاش نے اسے بیان کیا ہے۔(۲)

۸۔یہ الیسع ہیں یہ قول مقاتل کا بھی بتایا گیا ہے اور یہ قول بھی بعید ہے۔(۳)

۹۔یہ فارس کی اولاد میں سے ہیں یہ قول عبداللہ بن شوزب خراسانی کا ہے اس کو طبری نے ضمرہ بن ربیعہ سے سند جید کے ساتھ بیان کیا ہے۔(۴)

۱۰۔یہ حضرت ابراہیم پر ایمان لانے والے بعض لوگوں کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ارض بابل سے ہجرت کیا ہے۔ابن جریر نے اسے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کے باپ فارسی اور ماں رومی تھی۔(۵)

۱۱۔صحیحین میں ہے أن سبب تسميته الخضر أنه جلس على فروة بيضاء فاذا هي تهتز تحته خضراء (٦) کہ خضر نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک سوکھی زمین پر بیٹھے اور وہ جگہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگی یہ احمد بن حنبلؒ کے الفاظ ہیں۔ابن المبارک عن معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ کی روایت سے (۷) اور فروہ خشک زمین کو کہتے ہیں۔

(۱)الكامل لابن اثير ۱/۹۲ / الاصابة ۲/۲۸۷

(۲)البداية ٤/۳۲٦ اس میں ابن ایوب وابن الھیعہ دونوں ضعیف ہیں۔الاصابة ۲/۲۸۷

(۳)البحر المحيط ٦/۱٤۷ / الاصابة ۲/۲۸۷ / بدائع الظهور ۱۳٤

(۴)تاريخ الطبرى ۱/۳٦٥ / الاصابة ۲/۲۸۷

(۵)البداية والنهاية ۱/۳۲٦۔ نقلا عن ابن عساكر الاصابة ۲/۲۸۷۔ اس میں ہے کہ باپ رومی تھے اور ماں فارسی تھیں۔فتح البارى ٦/٤۳۳۔٤۳٤۔ الدر المنثور ٤/۲۳٤

(٦)صحيح البخارى مع الفتح ٦/٤۳۳ / صحيح مسلم مع النووى ۱٥/۱۳٦ / الترمذى مع التحفة ۸/۹۷٥

(۷)مسند احمد ج۲ ص۳۱۲

احمد کہتے ہیں ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم کو معمر نے ہمام سے روایت کرتے ہوئے خبر دی ہے اور ہمام نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ خضر کا نام خضر اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ ایک خشک زمین پر بیٹھے اور ان کے نیچے کی زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگی اور فروہ سفید گھاس کو کہتے ہیں اور جو اس کے مشابہ ہو۔(۱)

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ یہ عبدالرزاق کی تفسیر ہے۔(۲)

اور اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کی بھی قتادہ عن عبداللہ بن الحارث اور منصور عن مجاہد کے طریق سے روایت ہے۔

۱۴۔نووی نے کہا ہے کہ خضر کی کنیت ابوالعباس ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔(۳)

خضر کے نبی ہونے کے دلائل

۱۵۔اللہ تعالی نے موسیٰ کے حالات کو بیان کرتے ہوئے ان (خضر) کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِیْ﴾(۴) میں نے یہ کام اپنی جانب سے نہیں کیا ہے۔اور یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ خدائی حکمت ہے اور اصل یہ ہے کہ اس میں کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ اس بات کا احتمال ہے کہ کسی دوسرے نبی کے واسطے سے ہو جس کا اللہ نے ذکر نہ کیا ہو اور یہ بعید ہے۔

اور اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہ الہام ہو اس لئے کہ غیر نبی سے وحی نہیں ہوتا ہے کہ اس کے اوپر عمل کیا جائے جیسا کہ خضر نے اس پر عمل کیا یعنی ایک جان کو مار ڈالنا اور

---

(۱)الزیادۃ من مسند احمد ۲/۳۱۸

(۲)مسند احمد ۲/۳۱۸ / الاصابۃ ۲/۲۸۸

(۳)الاصابۃ ۲/۲۸۷

(۴)الکہف:۸۲

لوگوں کوڈبودینے والا کام کرنا(۱) لہٰذا اگر ہم کہیں کہ وہ نبی ہیں تو اس سلسلے میں کسی انکار کی گنجایش نہیں ہے۔

اوران کے نبی ہونے پر یہ دلیل بھی ہے کہ غیر نبی، نبی سے أعلم کیسے ہوسکتا ہے(۲) جب کہ نبی ﷺ نے صحیح حدیث میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ سے کہا کیوں نہیں ہمارا بندہ خضر ہے۔(۳)

اوراس پر دلیل یہ بھی ہے کہ نبی غیر نبی کے تابع کیسے ہوسکتا ہے۔

۱۶۔ثعلبی نے کہا وہ تمام اقوال میں نبی ہیں۔(۴)

۱۷۔اور بعض اکابر علماء کہتے ہیں: زندقہ کی پہلی گرہ اس عقیدہ سے کھل جاتی ہے کہ خضر نبی تھے اس لئے کہ زنادقہ ان کے نبی نہ ہونے کا عقیدہ پھیلا رہے ہیں یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے جیسا کہ زنادقہ میں سے محمد بن علی بن محمد ابو بکر الطائی المعروف بابن عربی نے کہا ہے

مقام النبوة فی برزخ فویق الرسول و دون الولی(۵)

برزخ میں نبوت کا مقام رسول سے کچھ اوپر ہے لیکن ولی سے کم ہے۔

---

(۱) خضر، ان کے خادم اور موسیٰ کے قصہ کے لئے دیکھیں سورہ کہف ۶۰ و مابعد۔

(۲) غیر نبی کے لئے ممکن ہے کہ وہ نبی سے بعض امور غیر غیبیہ میں اعلم ہو لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبی سے مطلق اعلم ہے جیسا کہ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ سے کہا تھا﴿أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾سورۃ النمل:۲۲۔مجھ کو ایسی بات معلوم ہوئی ہے جو آپ کو معلوم نہیں ہے اور میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں

(۳)صحیح البخاری کتاب الأنبیاء حدیث خضر مع موسی ۴۳۱/۶،تفسیر الطبری ۱۸۳/۱۵

(۴)شرح مسلم ۱۳۶/۱۵، تفسیر القرطبی ۴۳/۱۱، الاصابة ۲۸۸/۲، منهاج الیقین ۱۲٤

(۵) یہ شعر ابن عربی صوفی الحلولی کی جانب منسوب ہے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے نقض المنطق (۱۴۱) میں صراحت کی ہے۔

۱۸۔ ابو جعفر بن جریر نے اپنی تاریخ میں کہا ہے: خضر ان لوگوں میں سے ہیں جو افریدون بن اثفیان بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ یہ قول پہلے اہل کتاب میں سے عام لوگوں کا ہے اور کہا گیا ہے موسیٰ بن عمران ﷺ اور کہا گیا ہے کہ یہ ذو القرنین الاکبر کے مقدمہ پر مامور تھے جو ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ میں تھا۔ اور یہی ہیں جن کے لئے بئر سبع کا فیصلہ کیا گیا تھا، (بیر سبع اس کنویں کا نام ہے جس کو ابراہیم نے اپنے جانوروں کے لئے صحرائے اردن میں کھودا تھا اور اہل اردن میں سے ایک قوم نے اس زمین پر اپنا دعوی ظاہر کیا تھا جس میں ابراہیم نے اپنا کنواں کھودا تھا۔ ابراہیم نے ذو القرنین کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا، سفر کے دوران جن کے مقدمہ پر خضر تھے) اور یہ ذو القرنین کے ساتھ نہر حیات پر پہونچے، اس کا پانی پیا اور نہ ان کو معلوم تھا اور نہ ذو القرنین اور ان کے ساتھی ہی جانتے تھے تو ان کو دوام حاصل ہو گیا، اس لئے یہ ان کے نزدیک اب تک زندہ ہیں۔ (۱)

۱۹۔ ابن جریر فرماتے ہیں اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر انہیں میں سے ایک آدمی کو جانشین بنایا جس کا نام ناشیہ بن اموص تھا اور انھیں کے ساتھ خضر کو بھی نبی بنا کر بھیجا۔ (۲)

۲۰۔ اور ابن جریر نے فرمایا اس وقت اور افریدون کے زمانہ کے درمیان ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے۔ (۳)

اور فرمایا اس شخص کی بات جس نے کہا کہ یہ افریدون کے زمانے میں تھے حق کے زیادہ قریب ہے مگر یہ کہ اس بات کو اس پر محمول کیا جائے کہ اسی بادشاہ کے زمانہ میں

---

(۱) تاريخ الطبری ۱/ ۳٦٥، الاصابة ۲/ ۲۸۹-۲۹۰

(۲) تاريخ الطبری ۱/ ۳٦٥، ۳٦٦ باختصار

(۳) تاريخ الطبری ۱/ ۳٦٦

کوئی نبی مبعوث کیا گیا ہے۔(۱)

۲۱۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا قول کہ خضر کو ان کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا، اس بات کا محتمل ہے کہ ان کے ساتھ ان کی مدد کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اس وقت نبی بنائے گئے لہذا اس بات کو مان لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ وہ اس سے پہلے بھی نبی تھے۔

اور میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ موسیٰ کے ساتھ رہنے کی اکثر باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا قول درست ہے جنھوں نے کہا ہے کہ وہ نبی تھے۔(۲)

۲۲۔ پھر جو لوگ نبی ہونے کے قائل ہیں ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ رسول بھی تھے۔

ابن عباسؓ اور وہب بن منبہ کی رائے ہے کہ نبی غیر مرسل تھے۔

اور اسماعیل بن ابی زیاد اور بعض اہل کتاب کا بیان ہے کہ ان کو ان کی قوم کی جانب بھیجا گیا ہے اور لوگوں نے ان کی دعوت قبول بھی کی ہے۔

اس قول کی تائید ابوالحسن الربانی پھر ابن الجوزی نے بھی کی ہے۔

ثعلبی نے کہا ہے کہ وہ تمام اقوال میں نبی ہیں آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں اور انہیں لمبی عمر ملی ہے۔(۳)

ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں فرمایا ہے: جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ وہ نبی ہیں اور ان کو باطنی علوم سے نوازا گیا تھا اور موسیٰ کو ظاہری چیزوں کا علم دیا گیا تھا۔(۴)

۲۳۔ صوفیاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ یہ ولی تھے۔(۵) یہی بات

(۱)تاریخ الطبری ۳۶۶/۱ (۲)الاصابة ۲۹۰/۲
(۳)شرح صحیح مسلم للنووی ۱۳۶/۱۵ (۴)البحر المحیط ۱۴۷/۶
(۵)شرح صحیح مسلم ۱۳۶/۱۵

حنابلہ میں سے ابوعلی بن ابوموسیٰ نے اور ابوبکر بن الانباری نے اپنی کتاب الزاھر میں علماء کے خضر کے بارے میں دو قول، کہ کیا وہ نبی تھے یا ولی، ذکر کرنے کے بعد کہی ہے۔

ابوالقاسم القشیری نے اپنے رسالہ میں کہا ہے خضر نبی نہیں تھے بلکہ ولی تھے (۱)

۲۴۔ ماوردی نے ایک تیسرا قول یہ بیان کیا ہے: وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھے جو آدمیوں کی صورت میں اپنے آپ کو بدلتے رہتے تھے۔ (۲)

ابوالخطاب بن دحیہ کہتے ہیں: ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ فرشتہ تھے یا نبی یا عبد صالح (۳)

۲۶۔ اور ابوصالح کاتب لیث کے طریق سے یحییٰ بن ایوب عن خالد بن یزید کی روایت سے آیا ہے کہ کعب احبار نے فرمایا:

خضر بن عامیل اپنے اصحاب کی ایک جماعت میں سوار ہوئے یہاں تک کہ بحر ترک (بحر صین) پہونچے اور اپنے اصحاب سے کہا مجھے راستہ دکھاؤ، انہوں نے آپ کو سمندر میں چند رات و دن راستہ دکھایا پھر آپ اوپر آئے لوگوں نے آپ سے کہا اے خضر! آپ نے کیا دیکھا اللہ نے آپ کا اکرام کیا اور آپ کی اس سمندر کی گہرائی میں حفاظت کی، خضر نے کہا ملائکہ میں سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا آپ کے لئے یہ کیسے ممکن ہوسکا جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک آدمی نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ اب تک اس کی گہرائی کی تہائی حصہ تک نہیں پہونچ سکا ہے اور اس کو تین سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس واقعہ کو ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں کعب کے تذکرہ میں نقل کیا ہے۔ (۴)

---

(۱) دیکھئے شرح صحیح مسلم ج۱۵ص۱۳۶ (۲) دیکھئے شرح صحیح مسلم ج۱۵ص۱۳۶

(۳) الاصابہ ج۲ص۲۸۹

(۴) حلیۃ الاولیاء ۶ / ۷۔۸، الدرالمنثور ۴ / ۲۳۹ اس کی سند ضعیف ہے اور یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔

خضر کی درازی عمر کا بیان اور اس کا سبب

۲۷۔ دارقطنی نے اسناد ماضی (۱) کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
کہا: خضر کی موت کو فراموش کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ دجال کو جھٹلائیں گے۔ (۲)

۲۸۔ ابن اسحاق نے مبتدا میں کہا ہے:

ہمارے اصحاب نے ہم سے بیان کیا ہے کہ جب آدم کی موت قریب ہوئی تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا اللہ زمین والوں پر عذاب نازل کرنے والا ہے لہذا میرا جسم تمہارے ساتھ مصیبت کے وقت رہے۔ یہاں تک کہ تم مجھے ملک شام میں دفن کر دو۔ جب طوفان آیا تو نوح نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ آدم نے اللہ سے دعاء کی تھی کہ اے اللہ اس کی عمر دراز کر دے جو مجھے دفن کرے تو برابر آدم کا جسد موجود رہا یہاں تک کہ خضر نے خود ان کو دفن کیا اور اللہ نے ان کے لئے اپنا وعدہ پورا کیا تو وہ زندہ ہیں جب تک اللہ ان کو زندہ رکھنا چاہے۔ (۳)

۲۹۔ اور ابن عساکر نے ذوالقرنین کے ترجمہ میں خیثمہ بن سلیمان کے طریق سے بیان کیا ہے:

---

(۱) اسناد ماضی سے مراد رواد بن الجراح عن مقاتل بن سلیمان عن الضحاک عن ابن عباسؓ ہے۔ رواد بن جراح صدوق ہیں لیکن آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے اس لئے ان کی حدیث قبول نہیں کی جاتی ہے اور یہ ضعیف ہیں۔ مقاتل بن سلیمان متروک ہیں اور ضحاک کو ابن عباسؓ سے سماع حاصل نہیں ہے۔

(۲) البدایہ والنہایہ ج اص ۳۲۶ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ منقطع اور غریب ہے۔ الاصابۃ ۲/ ۲۹۱، فتح الباری ٦/ ٤٣٤

(۳) المعمرون ۳، البدایہ والنہایہ ۱/ ۳۲٦، الاصابۃ ۲/ ۲۹۱، الفتح ٦/ ٤٣٤، الدر المنثور ٤/ ٢٣٤

ہم سے بیان کیا ابوعبیدہ نے انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا سفیان بن وکیع نے انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا میرے باپ نے انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا معتمر بن سلیمان نے ابوجعفر سے روایت کرتے ہوئے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے (علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب زین العابدین) ان سے ذوالقرنین (۱) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ اللہ کے صالح بندوں میں سے ایک تھے اور اللہ کے نزدیک ان کا مقام اونچا تھا اور وہ مابین المشرق والمغرب کے بادشاہ تھے۔ فرشتوں میں سے ان کے ایک دوست تھے جنھیں رفائیل کہا جاتا ہے وہ ان سے ملاقات کرتے تھے۔ ایک بار جب کہ وہ دونوں باتیں کرر ہے تھے ذوالقرنین نے رفائیل سے کہا آپ آسمان میں اپنی عبادت کی کیفیت کو بتائیے وہ رو پڑے اور کہا کہ ہماری عبادت کا حال کیا پوچھتے ہو۔ آسمان میں ایسے فرشتے بھی ہیں جو ہمیشہ حالت قیام میں رہتے ہیں کبھی بیٹھتے نہیں ہیں اور کچھ فرشتے حالت سجدہ میں رہتے ہیں کبھی سرنہیں اٹھاتے ہیں اور کچھ حالت رکوع میں رہتے ہیں وہ کبھی رکوع سے سرنہیں اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اے پروردگار! ہم نے تیری عبادت کا حق ادانہیں کیا۔ یہ سن کر ذوالقرنین رو پڑے اور کہا اے رفائیل! میری خواہش ہے کہ مجھے لمبی عمر ملے تاکہ میں اپنے رب کی کماحقہ عبادت واطاعت کرسکوں۔ رفائیل نے کہا کیا آپ کی واقعی یہ خواہش ہے؟ ذوالقرنین نے کہا ہاں، رفائیل نے کہا اللہ کا ایک چشمہ ہے جس کا نام عین حیات ہے جس نے اس چشمہ کا پانی پی لیا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ یہاں تک کہ وہ خود اللہ سے اپنی موت چاہے۔

ذوالقرنین نے کہا: کیا آپ اس جگہ کو جانتے ہیں؟ کہا نہیں، مگر ہم آسمان میں بات کرتے ہیں زمین پر اللہ کی ایسی ظلمت ہے جس پر کسی انسان وجن کا گزر نہیں ہوا ہے

---

(۱) ذوالقرنین کے ترجمہ کے لئے دیکھیں تہذیب تاریخ ابن عساکر ۵/۲۵۴-۲۶۲، البدایۃ والنھایۃ ۲/۱۰۲

ہمارا خیال ہے کہ یہ چشمہ اسی ظلمت میں ہے۔

چنانچہ ذوالقرنین نے تمام علماء کو جمع کیا اور ان سے عین حیات کے متعلق دریافت کیا۔ جب سبھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو کہا کہ کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ اللہ کی ایک ظلمت ہے۔ ایک عالم نے کہا آپ اس بارے میں کیوں پوچھتے ہیں۔ ذوالقرنین نے پوری بات بتادی۔ اس عالم نے کہا میں نے آدم کی وصیت میں اس ظلمت کا ذکر پڑھا ہے اور یہ قرن شمس کے پاس ہے۔ ذوالقرنین نے سامان سفر درست کیا اور بارہ سال مسلسل سفر کرتے ہوئے اس ظلمت کے کنارے پہونچا۔ یہ ظلمت رات کی طرح نہیں تھی اور دخان کی طرح بھڑک رہی تھی۔ ذوالقرنین نے لشکر کو جمع کیا اور کہا میں اس کے اندر داخل ہونا چاہتا ہوں لوگوں نے اسے روکا اور علماء نے بھی جو ساتھ میں تھے گزارش کی کہ وہ اس سے باز آجائے تاکہ اللہ ان سے ناراض نہ ہو، لیکن وہ نہ مانا اور اس نے اپنے لشکر میں سے چھ ہزار آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان کو چھ ہزار نوجوان گھوڑوں پر سوار کیا اور اس کے بعد مقدمۃ الجیش کے طور پر دو ہزار آدمیوں کو خضر کے ساتھ تیار کیا خضر آگے چلے اور وہ ذوالقرنین کے مقصود کو جانتے تھے، حالانکہ ذوالقرنین اس کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔ اسی درمیان کہ خضر چل رہے تھے ان کے سامنے ایک وادی آئی خضر نے سمجھا کہ وہ چشمہ اسی وادی میں ہے۔ جب وہ اس وادی کے کنارے آئے تو اپنے ساتھیوں کو روکا اور غور سے دیکھا تو وہ پانی کے ایک چشمہ پر تھے، خضر نے اپنے کپڑے کو اتار دیا، اس چشمہ کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا، اس پانی کو پیا اور وضو کیا اور غسل کیا، پھر اس پانی سے نکل آئے کپڑا پہنا اور ساتھیوں کے پاس آگئے اور ذوالقرنین کا گزر ہوا تو اس ظلمت سے پرے گزر گیا اور بقیہ قصہ ذکر کیا ہے۔(۱)

(۱)تهذيب تاريخ ابن عساكر ج ٥ ص ٢٥٦ ـ الدر المنثور ج ٤ ص ٢٤٥ ـ البداية والنهاية ج ٢ ص ١٠٧ مختصرا

۳۰۔ سلیمان اشج صاحب کعب الاحبار، کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ خضر ذوالقرنین کے وزیر تھے یہ ذوالقرنین کے ساتھ جبل الہند پر کھڑے تھے کہ ایک ورقہ دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آدم ابوالبشر کی جانب سے ان کی ذریت کے نام

میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اپنے دشمن اور تمہارے دشمن ابلیس کے مکر سے ڈراتا ہوں کیونکہ اسی نے مجھے یہاں اتارا ہے۔

کہتے ہیں: تو ذوالقرنین اترے اور آدم کے بیٹھنے کی پیمائش کی تو وہ ۱۳۰ میل تھا۔(۱)

۳۱۔ حسن بصری سے مروی ہے انھوں نے کہا: الیاس کو صحرا میں متعین کیا گیا اور خضر کو سمندر میں اور دونوں کو دنیا میں صیحۃ اولیٰ تک حیات دی گئی ہے اور یہ دونوں ہر سال موسم حج میں ملاقات کرتے ہیں (۲)

۳۲۔ اور حارث بن اسامہ نے اپنی مسند میں کہا ہے:

ہم سے بیان کیا ہے عبدالرحیم بن واقد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ہے محمد بن بہرام نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دیا ہے ابان نے حضرت انس سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خضر کو سمندر میں متعین کیا گیا ہے اور الیسع کو خشکی و صحرا میں اور یہ دونوں ہر رات اس بند کے پاس جمع ہوتے ہیں جس کو ذوالقرنین نے لوگوں اور یاجوج و ماجوج کے درمیان بنایا ہے اور یہ دونوں ہر سال حج

---

(۱) الدر المنثور ٤/ ٢٤٢ ۔ تھذیب تاریخ ابن عساکر ١٦٣/٥، الدر المنثور میں ۱۸۰ میل ہے۔

(۲) الاصابة ج٢ ص٢٩٣ ۔ المقاصد الحسنة للسخاوی ص٢٢ ۔ تذکرة الموضوعات للفتنی ۔ اس معنی کی تمام روایتیں موضوع و باطل ہیں۔

کرتے ہیں اور ماءزمزم اس طرح پیتے ہیں کہ یہ پانی ان کو اگلے سال تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔(۱)

میں کہتا ہوں عبدالرحیم اور امان متروک ہیں۔

عبداللہ بن مغیرہ نے ثور عن خالد بن معدان عن کعب کے طریق سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے:

خضر بحر اعلیٰ اور بحر اسفل کے درمیان نور کے منبر پر ہیں اور سمندر کے جانوروں کو حکم ملا ہے کہ وہ ان کی بات کو سنیں اور مانیں اور خضر کے سامنے صبح وشام ارواح پیش کئے جاتے ہیں۔(۲)

عقیلی نے اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عبداللہ بن مغیرہ بے اصل باتیں بیان کرتے ہیں اور ابن یونس نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہیں۔(۳)

۳۴۔ابن شاہین نے خصیف کی جانب منسوب ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے: کہا چار انبیاء زندہ ہیں دو آسمان میں ہیں عیسیٰ اور ادریس اور دو زمین پر ہیں خضر اور الیاس۔خضر تو سمندر میں متعین ہیں لیکن الیاس تو وہ خشکی میں متعین ہیں (۴)

اور اس طرح کی دوسری بہت سی چیزیں اخیر باب میں آئیں گی۔

۳۵۔ثعلبی نے کہا ہے کہ خضر کو موت نہیں آئے گی مگر آخری زمانے میں جب قرآن اٹھ

---

(۱)مسند الحارث دیکھئے المطالب العالیة ۳/۲۷۸۔الدر المنثور ۲۴۰/۴ ،اس کی سند واہی ہے۔ دیکھئے التقریب ۳۴۱۸،الاصابة ۲۹۳/۲۔

(۲)الدر المنثور ج ٤ ص ۲۳۹

(۳)التذکرة ۸۹۸/۳،الاصابة ۲۹۳/۲، قانون الموضوعات ۲۷٤

(۴)الاصابة ج۲ ص ۲۹۳ ۔الفتح ج٦ ص ٤۳٤ ۔الدر المنثور ج٤ ص ۲۳۹ ،اس کی سند جیسا کہ مصنف نے کہا ہے ضعیف ہے۔

جائے گا۔(۱)

۳۶۔نووی نے اپنی ''تہذیب'' میں کہا ہے: اکثر علماء نے کہا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ بات صوفیاء اور اہل صلاح ومعرفت کے نزدیک متفق علیہ ہے اور صوفیاء کے یہاں بے شمار مشہور واقعات ایسے موجود ہیں جن میں ہے کہ کسی نے ان کو دیکھا ہے اور کسی نے ان سے ملاقات کی ہے اور ان سے سوال وجواب بھی کیا ہے اور کچھ معلومات حاصل کی ہیں اور وہ خیر کی جگہوں اور مکرم مقامات پر موجود رہتے ہیں۔

شیخ ابوعمرو بن صلاح نے اپنے فتاوی میں کہا ہے؛ وہ جمہور علماء صالحین کے نزدیک زندہ ہیں۔اور عام طور سے لوگوں نے کہا ہے کہ بعض محدثین سے اس کا انکار شاذ ہے۔(۲)

۳۷۔سہیل نے اپنی کتاب ''التعريف والإعلام بما أبهم في القرآن من الأسماء والأعلام'' میں کہا ہے:

خضر کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (دیکھیں فقرہ۔ا) اور بعض کا قول یہ ہے کہ خضر کا نسب یہ ہے: خضر بن عامیل بن سماطین بن ارما بن خلفا بن عیصو بن اسحاق۔خضر کے باپ بادشاہ تھے۔ماں فارسی النسل ہیں ان کا نام الھاء ہے۔ان کی پیدائش ایک غار میں ہوئی ہے اور وہاں گاؤں کے ایک آدمی کی بکری تھی جو انہیں روز دودھ پلاتی تھی۔اس آدمی نے ان کو لے لیا اور ان کی پرورش کی، جب یہ جوانی کی عمر کو پہونچے تو بادشاہ کو ایک کاتب کی ضرورت محسوس ہوئی جو ان صحیفوں کو لکھے جو

---

(۱)شرح صحيح مسلم للنووي ج۱۵ ص ۱۳۶ ۔ تهذيب الأسماء ج۱ ص۱۷۷ ۔ الفتح ج۲ ص۳۴۷ ۔ الاصابة ج ۲ ص ۲۹۳

(۲)تهذيب الاسماء واللغات ۱/۱/۱۷۷،فتاویٰ ابن الصلاح ۲۸

حضرت ابراہیم پر نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے اہل علم وفضل کو جمع کیا جو لوگ اس کے پاس آئے ان میں بادشاہ کا بیٹا خضر بھی تھا اور بادشاہ اسے پہچانتا نہ تھا۔ جب اس نے خضر کے علم اور خط کو دیکھا تو ان کے حالات کو معلوم کیا یہاں تک کہ اس نے جان لیا کہ یہ انہیں کا بیٹا ہے۔ اب ان کو اپنے قریب کیا اور لوگوں کے معاملات کا مالک بنا دیا۔ پھر خضر بادشاہ کے پاس سے چند اسباب کی بنا پر بھاگ کھڑے ہوئے جس کا ذکر طویل ہے یہاں تک کہ انہوں نے عین حیات کو پایا اور اس کا پانی پیا تو وہ دجال کے خروج تک زندہ رہیں گے دجال انہیں کو قتل کرے گا اور پھر زندہ کرے گا۔

کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور یہ صحیح نہیں ہے۔ کہتے ہیں اور بخاری اور اہل الحدیث کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ خضر ہجرت سے سو سال پورا ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گئے ہیں۔ (۱)

فرمایا اور ہمارے شیخ ابوبکر ابن العربی نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی بنا پر تائید کی ہے آپ نے فرمایا سو سال کے بعد اس زمین پر کوئی باقی نہیں رہے گا جو اس وقت موجود ہیں (۲)

آپ کی مراد یہ تھی کہ اس بات کے کہنے کے وقت جو لوگ زندہ ہیں وہ سو سال

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۲۶

(۲) مسلم ۱۶/۸۹۔۹۱، پوری حدیث اس طرح ہے: عن جابر وأبی سعید الخدری وعبداللہ بن عمر قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ ذات لیلة صلاة العشاء فی آخر حیاته فلما سلم قام قال أرأیتکم لیلتکم هذه فان علی راس مائة سنة منها لایبقی ممن هو علی ظهر الأرض أحد، فوهل الناس فی مقالة رسول اللہ ﷺ تلك فیما یتحدثون من هذه الأحادیث عن مائة سنة وانما قال رسول اللہ ﷺ لایبقی ممن هو الیوم علی ظهر الأرض أحد یرید بذلك أن ینخرم ذلك القرن۔

ہوتے ہوتے انتقال کر جائیں گے۔

مزید فرمایا: اور لیکن نبی ﷺ کے پاس خضر کا آنا اور آپ کے گھر والوں کی تعزیت کرنا جب کہ وہ آپ کے غسل کے وقت اکٹھا تھے، تو یہ صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے، انہیں میں سے ایک وہ ہے جسے ابن عبدالبر نے ''تمہید'' میں ذکر کیا ہے اور یہ اپنے دور میں اہل حدیث کے امام تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ کی وفات پر صحابہ کی تعزیت کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ لوگ بات سن رہے تھے لیکن بولنے والے کو دیکھ نہیں رہے تھے حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ یہ خضر ہیں۔۔

کہتے ہیں اور ابن ابی الدنیا نے مکحول عن انسؓ کے طریق سے الیاس کی نبی ﷺ سے ملاقات کو بیان کیا ہے اور جب الیاس عہد نبوی تک زندہ رہ سکتے ہیں تو خضر بدرجۂ اولی رہ سکتے ہیں۔(۱)

۳۸۔ لیکن ابوالخطاب بن دحیہ نے یہ کہہ کر ان کا تعاقب کیا ہے کہ جن طرق کی جانب انہوں نے اشارہ کیا ہے ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور خضر کی موسیٰ کے سوا کسی بھی نبی سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے موسیٰ وخضر کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔(۲)

۳۹۔ فرمایا: جتنی خبریں ان کے زندہ رہنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور اس پر اہل نقل کا اختلاف ہے اور ان خبروں کو وہ لوگ بیان کرتے ہیں جو خبر کو تو بیان کرتے ہیں مگر اس کی علت کو بیان نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو وہ اس کی علتوں کو جانتے ہی نہیں یا اس بنا پر بیان نہیں کرتے کہ وہ علتیں اہل الحدیث کے نزدیک واضح ہیں۔

---

(۱) الإصابة مع الاستيعاب ۱/۴۳۳، یہ باطل خبر ہے حدیث مکحول عن انس موضوع ہے۔

(۲) الکہف: ۶۰

۴۰۔ فرمایا: بعض وہ چیزیں جو مشائخ سے مروی ہیں وہ قابل تعجب ہیں کسی عاقل کے لئے کیسے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے ملے جس کو وہ پہچانتا نہ ہو اور وہ اس سے کہے کہ میں فلاں شخص ہوں اور وہ اس کی تصدیق بھی کرے۔(۱)

۴۱۔ رہی تعزیت والی حدیث جس کو ابو عمر نے بیان کیا ہے تو وہ موضوع ہے اس کو عبداللہ بن محرر نے یزید بن الاعصم عن علیؓ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اور ابن محرر متروک ہیں (۲) اور یہی وہ شخص ہیں جن کے بارے میں ابن المبارک نے کہا ہے جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں نقل کیا ہے فلما رأيته كانت لعبرة أحب إلى منه جب میں نے اس کو دیکھا تو بکری کی مینگنی میرے نزدیک اس سے بہتر تھی، انہوں نے نجاست کے دیکھنے کو اس کے دیکھنے پر ترجیح دیا۔(۳)

۴۲۔ میں کہتا ہوں تعزیت مذکور کا ذکر عبداللہ بن محرر کے علاوہ کی روایت سے بھی آیا ہے جسے ہم بعد میں بیان کریں گے۔(۴)

۴۳۔ رہی مکحول عن انس کی روایت تو وہ موضوع ہے۔ احمد، یحیٰ، اسحاق اور ابوزرعہ نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔

---

(۱) علامہ ابن الجوزی نے بھی یہی بات کہی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ الموضوعات ۱۹۷۔۱۹۸۔

(۲) امام احمد نے کہا ہے ترك الناس لوگوں نے ان کی حدیث نہیں لی ہے، دار قطنی اور ایک جماعت نے متروک کہا ہے، ابن حبان کہتے ہیں یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے مگر نادانستہ طور پر جھوٹ بولتے تھے اور حدیث کو ناسمجھی کی بنا پر الٹ پلٹ دیتے تھے ابن معین کہتے ہیں ثقہ نہیں ہیں۔

(۳) الاصابة ۲/۲۹۶۔ قال ابواسحاق الطالقانی سمعت ابن المبارك يقول لو خيرت بين أن أدخل الجنة وبين ان ألقى عبدالله بن محرر لاخترت أن القاه ثم أدخل الجنة فلما رأيته كانت لعبرة أحب إلى منه۔ مقدمه صحيح مسلم: ۱/۱۲۱

(۴) دیکھیں فقرات ۹۳۔۱۰۲

اور متن کا سیاق نکارت اور خرافات ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اور عن قریب میں حضرت انس کی طویل حدیث بیان کروں گا۔ اور یہ بھی بیان کروں گا کہ اس کی اور سند اس کے علاوہ ہے جس کی جانب سہیلی نے اشارہ کیا ہے، اور جو لوگ خضر کی درازی عمر کے قائل ہیں ان لوگوں نے عین حیاۃ کے قصہ سے استدلال کیا ہے اور صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں جو عین حیاۃ کا ذکر ہے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن یہ مرفوعاً ثابت نہیں ہے کہ اسے تحریر کیا جائے۔

بعثت نبوی سے پہلے خضر کے کچھ حالات

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وہ واقعہ بیان کیا ہے جو موسیٰ کے ساتھ پیش آیا تھا اور اس کو شیخین نے کئی طرق سے بیان کیا ہے جو ابی بن کعب سے مروی ہے۔(۱)

اور اس قصہ کے ضمن میں غیر صحیح میں کچھ زیادات ہیں میں نے اس کو بخاری کی شرح فتح الباری میں واضح کر دیا ہے۔(۲) اور صحیحین میں یہ موجود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کاش موسیٰ صبر کرتے یہاں تک کہ دونوں کے کچھ مزید حالات ہمیں معلوم ہو جاتے۔(۳)

اس حدیث سے بھی ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جن کا خیال ہے کہ خضر اس بات کے وقت موجود نہیں تھے کیونکہ اگر موجود ہوتے تو یہ عین ممکن تھا کہ بعض اکابر صحابہ ان کی مصاحبت اختیار کرتے اور ان سے ایسی چیزیں دیکھتے جو موسیٰ نے دیکھا تھا۔ اور جو لوگ خضر کی حیات و بقا کے قائل ہیں انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں آپ کی تمنا اس بارے میں تھی جو آپ کے اور موسیٰ کے درمیان معاملہ ہوا تھا، اور موسیٰ کے علاوہ کوئی ان کی جگہ پر نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) دیکھئے صحیح البخاری ۶/۴۳۱ کتاب الانبیاء حدیث موسیٰ مع الخضر و ۸/۳۰۹ تفسیر سورۃ الکہف و اذ قال موسیٰ لفتاہ و ۸/۴۱۱ تفسیر سورۃ الکہف فلما بلغ مجمع بینھما صحیح مسلم تفسیر سورۃ الکہف۔

(۲) دیکھئے فتح الباری ۸/۴۱۲ و مابعد تفسیر سورۃ الکہف و اذ قال موسیٰ لفتاہ، و، فلما بلغ مجمع بینھما ......

(۳) صحیح البخاری ۶/۴۳۳، ۱/۱۴۴۔

موسیٰ کے علاوہ کے ساتھ خضر کے حالات

طبرانی نے معجم کبیر میں دو سندوں سے بیان کیا ہے۔(۱)

بقیہ بن ولید سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں محمد بن زیاد الالہانی سے، وہ روایت کرتے ہیں ابوامامہ باھلیؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا کیا میں تمہیں خضر کے بارے میں نہ بتادوں، صحابہ نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا خضر ایک دن بنی اسرائیل کے بازار میں جارہے تھے کہ ان کو ایک مکاتب آدمی نے دیکھا اور ان سے کہا اللہ آپ کو برکت دے مجھے کچھ عنایت فرمائیں، خضر نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا اللہ نے جو چاہا ہے ہو کر رہے گا میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں تمہیں دوں، اس مسکین نے کہا میں آپ سے اس اللہ کی ذات کے واسطہ سے سوال کر رہا ہوں جس کے لئے آپ صدقہ کریں گے، میں نے آپ کے چہرے پر سخاوت کے آثار کو دیکھا ہے اور آپ سے مجھے برکت کی امید ہے۔ خضر نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں تمہیں دوں، ہاں یہ ممکن ہے کہ تم مجھے لے چلو اور بیچ دو، اس مسکین نے کہا کیا یہ درست ہے، خضر نے کہا ہاں اور میں صحیح بات ہی کہتا ہوں۔ تم نے مجھ سے ایک عظیم امر کا سوال کیا ہے اور میں تمہیں اپنے رب کے سامنے نامراد نہیں رہنے دوں گا، مجھے بیچ دو، راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی ان کو بازار لے گیا اور چار سو درہم میں ان کو بیچ دیا، یہ خریدنے والے کے پاس ایک مدت تک رہے، لیکن وہ ان سے کوئی کام نہیں لیتا تھا، ایک

---

(۱)۱۔حدثنا عمرو بن اسحاق بن ابراهيم بن العلاء بن زريق الحمصي، ثنا محمد بن الفضل بن عمر ان الكندي، حدثنا بقيه۔ ۲۔قال: وثنا الحسن بن على المعمري، ثنا محمد بن على بن ميمون الرقي، ثنا سليمان عبيدالله الخطاب، ثنا بقية بن الوليد دیکھیں المعجم الكبير للطبراني ۱۳۲/۸، لیکن اس حدیث کی دونوں سندوں پر کلام ہے)

دن اس سے کہا آپ نے مجھ سے فائدہ اٹھانے کے لئے خریدا ہے لہٰذا مجھے کوئی کام بتایئے، اس نے کہا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ آپ کو مشقت میں ڈالوں۔ آپ کمزور اور معمر بزرگ ہیں، آپ نے کہا مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگی، اس نے کہا تو پھر اٹھئے اور اس پتھر کو یہاں سے منتقل کر دیجئے، اور اسے چھ آدمیوں سے کم ایک دن میں منتقل نہیں کر سکتے تھے۔ وہ آدمی اپنی کسی ضرورت کے لئے چلا گیا پھر جب لوٹا تو دیکھا کہ ایک ہی گھنٹہ میں وہ پتھر منتقل ہو چکا ہے۔ اس نے کہا تم نے اچھا کام کیا اور تمہارے اندر تو اتنی طاقت ہے جتنا مجھے گمان بھی نہیں تھا۔ راوی کہتے ہیں پھر اس آدمی کو کوئی سفر درپیش ہو گیا اس نے کہا میں تمہیں امین سمجھتا ہوں تم میرے گھر کے لئے احسن طریقہ سے میرے خلیفہ بن جاؤ، انہوں نے کہا ٹھیک ہے اور مجھے کوئی کام بتا کر جایئے اس نے کہا میں آپ کو تکلیف کے اندر نہیں ڈالنا چاہتا، انہوں نے کہا مجھے تکلیف نہیں ہوگی اس آدمی نے کہا تو پھر میرے گھر کے لئے اینٹیں تیار کرو، کہتے ہیں کہ وہ آدمی سفر پر روانہ ہو گیا پھر جب لوٹا تو آپ اس کا گھر تیار کر چکے تھے۔ اس نے کہا میں اللہ کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے کس طرح تیار کیا اور تمہارا معاملہ کیا ہے، کہا تم نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے اور اللہ ہی کی خوشنودی نے مجھے غلامی میں پہنچایا ہے، اس لئے میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا، میں خضر ہوں جن کے بارے میں آپ نے سنا ہے، مجھ سے ایک مسکین نے صدقہ کا سوال کیا میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی کہ میں اسے دوں۔ اس نے مجھ سے اللہ کے واسطے سے سوال کیا اور جس سے اللہ کے واسطے سے سوال کیا جائے اور وہ سائل کو لوٹا دے، حالانکہ وہ اسے دینے پر قادر ہو، تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں کھڑا ہوگا کہ اس کے چہرے پر نہ تو چمڑا ہوگا اور نہ گوشت اور نہ متحرک ہڈی۔ اس آدمی نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا اے اللہ کے نبی! میں نے آپ کو مشقت میں ڈالا، حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا، آپ نے کہا کوئی حرج نہیں۔ آپ نے اچھا کام کیا ہے اور یقین کیا ہے۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ میرے اہل و مال کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں یا آپ پسند کریں تو میں آپ کو آزاد کردوں، آپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے آزاد کردیں اور میں اپنے رب کی عبادت کروں، چنانچہ اس آدمی نے آپ کو آزاد کردیا۔ خضر نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے غلامی میں ڈالا پھر مجھے اس سے نجات دیا۔(۱)

۵۰۔ میں کہتا ہوں: اور اس حدیث کی سند حسن ہے اگر بقیہ کا عنعنہ نہ ہوتا، اور اگر یہ حدیث ثابت ہے تو اس بارے میں نص ہے کہ خضر نبی ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس آدمی کے اس قول یا نبی اللہ کو نقل کیا ہے اور اس پر خاموش رہے ہیں۔(۲)

ان کا بیان جن کا خیال ہے کہ خضر کی موت ہو چکی ہے

۵۱۔ ابو بکر نقاش نے اپنی تفسیر میں علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے اور امام بخاریؒ سے حیات خضر کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کا انکار کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا إن علی رأس مائة سنة لایبقی علی وجه الأرض ممن هو علیها أحد اس وقت جو لوگ روئے زمین پر

---

(۱) مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۳، ۸ ص ۲۱۲، ۲۱۳، (قال: رجاله موثقون إلا أن بقیة مدلس) حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۳۴، اس روایت میں بقیہ مدلس ہیں، ذہبی نے اس حدیث کو مناکیر بقیہ میں شمار کیا ہے اور کہا ہے: هذا الحدیث قال ابن جوصا سألت محمد بن عوف عنه فقال هذا موضوع فسألت أبا زرعة عنه فقال حدیث منکر۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس حدیث کو مرفوع سمجھنا غلط ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ یہ موقوف ہو اور اس کے رواۃ میں سے بعض کا حال معلوم نہیں ہے، البدایہ ج ۱ ص ۳۳۰)۔

(۲) بقیہ بن الولید مدلس ہیں، ابو مسہر کہتے ہیں: حدیث بقیة لیست نقیة فکن منها علی تقیة، امام مسلم نے ابو اسحاق الفزاری کا یہ قول نقل کیا ہے: اکتب عن بقیة ما روی عن المعروفین ولا تکتب ما روی عن غیر المعروفین، مقدمہ مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، المیزان ج ۳ ص ۳۳۱۔

ہیں ان میں سے کوئی بھی سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ اس حدیث کو آپ نے صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔(۱)

اور جس کا خیال ہے کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے اس کے لئے مضبوط دلیل ہے اور آپ نے اس کی تردید کی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

۵۲۔ اور ابوحیان نے اپنی تفسیر میں کہا ہے۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے۔

اور ابن ابی الفضل المرسی سے منقول ہے کہ خضر صاحب موسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ باحیات ہوتے تو نبی ﷺ کے پاس آنا اور آپ پر ایمان لانا واتباع کرنا ان کے لئے ضروری ولازم ہوتا۔ نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

لو كان موسىٰ حيا ماوسعه إلا اتباعی (۲)

اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا، اور اشارہ کیا ہے کہ یہ خضر صاحب موسیٰ کے علاوہ کوئی ہیں اور ان کے علاوہ نے کہا ہے کہ ہر زمانے کے لئے الگ الگ خضر ہیں (۳) اور یہ دعوی بلا دلیل ہے۔(۴)

۵۳۔ اور ابوالحسین بن المنادی نے اپنی کتاب جس میں انہوں نے خضر کے حالات کو جمع کیا ہے، ابراہیم الحربی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے(۵) اور ابن المنادی نے بھی اسی کو ثابت کیا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ج۱ص۲۱۱ کتاب العلم باب السمر فی العلم ، صحیح مسلم ج۱۶ص۸۹۔۹۱ عن جابر وابی سعید الخدری وابن عمر۔ (۲) مسند احمد ج۳ص۳۳۸، ۳۸۷

(۳) البحر المحیط ج۶ص۱۴۷ (۴) الاصابة ج۲ص۲۹۸

(۵) الموضوعات لابن الجوزی ۱/۱۹۹، فتاوی ابن تیمیة ۴/۳۳۷ ، المنار المنیف ٦٧ وفيه سئل ابراهيم الحربی عن تعمير الخضر و أنه باق فقال من أحال على غائب لم ينتصف منه وماألقى هذا بين الناس إلا شيطان۔

۵۴۔ أ۔ اور علی بن موسیٰ الرضا عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ کے طریق سے بھی منقول ہے: وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں ایک رات عشاء کی نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو کہا: أرأيتكم ليلتكم هٰذه قال: على رأس مائة سنة لا يبقى على وجه الأرض أحد۔ (۱) تم اپنی اس رات کو دیکھ رہے ہو سو سال کے بعد اس زمین پر تم میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

ب۔ اور امام مسلم نے حضرت جابرؓ کی حدیث کو نقل کیا ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے ایک ماہ پیشتر فرمایا: تسألوني عن الساعة وإنما علمها عند الله و أقسم بالله ما على الأرض نفس منفوسة تاتي عليها مائة سنة۔ (۲) تم لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھ رہے ہو، قیامت کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں زمین پر کوئی جاندار نفس ایسا نہیں ہے جس پر سو سال گزر سکے۔ یہ ابو زبیر (محمد بن مسلم بن تدرس) کی روایت ہے۔ ان سے

ج۔ اور ابو نضرۃ کی ان سے مروی روایت میں ہے: آپ نے اپنی موت سے کچھ پہلے یا ایک ماہ پیشتر یہ بات فرمائی اور آخر میں یہ اضافہ ہے وہ آدمی باقی نہیں رہے گا جو آج باحیات ہے۔ (۳)

د۔ اور اس حدیث کو امام ترمذی نے ابو سفیان عن جابر کے طریق سے ابو الزبیر کی روایت کے مثل نقل کیا ہے۔ (۴)

۵۵۔ اور ابن الجوزی نے اپنی کتاب کے اس حصے میں جس میں حالات خضر کو جمع کیا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۱۱ کتاب العلم باب السمر في العلم، المواقيت ۲۰، ۳۰، ۴۰۔

(۲) صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۹۰، ۹۱۔ (۳) صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۹۱ الفاظ ہیں وهي حية يومئذ

(۴) جامع الترمذی ج ۴ ص ۵۲۰ الفتن وقال هذا حديث حسن

ابو یعلی بن الفراء الحنبلی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب سے خضر کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ وفات پا چکے ہیں تو کہا ہاں (۱) فرمایا اور مجھے اسی طرح کی بات ابو طاہر بن العبادی سے معلوم ہوئی ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی ﷺ کے پاس آتے۔(۲)

میں کہتا ہوں اور ان میں سے ابوالفضل بن ناصر اور قاضی ابو بکر بن العربی اور ابو بکر بن محمد بن الحسین النقاش ہیں۔

۵۶۔اور ابن الجوزی نے استدلال کیا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے حالانکہ یہ بات متحقق ہے کہ وہ موسیٰ کے زمانے میں اور اس سے پہلے تھے تو ان کے جسم کی مقدار ان لوگوں کے جسموں کے مناسب ہوگی۔ پھر اپنی ایک سند کو بیان کیا ہے جو ابی عمران الجونی تک پہونچی ہے، فرمایا: دانیال کی ناک ایک گز کی تھی (۳) اور جب ان کو ابو موسیٰ کے زمانے میں نکالا گیا اور ایک آدمی ان کے بغل میں کھڑا ہوا تو دانیال کا گھٹنا ان کے سر کے برابر تھا۔ اور جو لوگ خضر کو دیکھنے کا دعوی کرتے ہیں ان کے پورے واقعہ میں کہیں ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان کا جسم ان لوگوں کے جسم کی طرح ہے۔(۴)

۵۷۔پھر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کو امام احمد نے مجالد عن الشعبی عن جابرؓ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: والذی نفسی بیده، لو أن

(۱) فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۳۷ المنار المنیف ص ۷۲، البدایة والنهایة ج ۱ ص ۳۳۵ نقلا عن ابن الجوزی

(۲) البدایة والنهایة ص ۳۳۵ نسبہ الی ابی طاہر بن الغباری، المنار المنیف ص ۷۲

(۳) البدایة ۲/۴۱

(۴) صحیح البخاری مع الفتح ۶/۲۶۱، صحیح مسلم مع النووی ۱۷/۱۷۸

ابن القیم نے المنار المنیف ص ۷۴ میں ابن الجوزی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے وفی الصحیحین من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول اللهﷺ انه قال خلق الله آدم طوله ستون ذراعا فلم یزل الخلق ینقص بعده۔

موسی کان حیا ما وسعه إلا أن يتبعني قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ میری اتباع کرتے۔(۱)

کہتے ہیں: جب یہ بات موسیٰ کے حق میں ہے تو خضر اگر زندہ ہیں تو انہوں نے آپ کی اتباع کیوں نہ کی۔ کہ وہ آپ کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے اور آپ کے جھنڈے تلے جہاد کرتے، کیسے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس امت کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔(۲)

۵۸۔ اور اللہ تعالی کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُواْ أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُواْ وَأَنَاْ مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: یاد کرو اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو، انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا اچھا تو

---

(۳) مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷

(۴) المنار المنیف ص ۲۷، ۳۷، نقلا عن ابن الجوزی، اس میں اتنا اضافہ ہو لا يتقدم یعنی یہ امامت نہیں کریں گے، تا کہ تقدم ہمارے نبی کی نبوت میں کوئی عیب نہ پیدا کرے، اب ان کی سمجھ کے بارے میں کیا کہا جائے جو خضر کے وجود کو ثابت کرتے ہیں اور اس اثبات میں اس شریعت سے اعراض کو بھول جاتے ہیں۔

گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ نے ہر نبی سے آپ کے بارے میں میثاق لیا ہے اگر محمد ﷺ کی بعثت کے وقت وہ زندہ ہوتے تو وہ آپ پر ضرور ایمان لاتے اور ضرور آپ کی مدد کرتے۔(۱) اگر خضر نبی ﷺ کے زمانے میں موجود ہوتے تو آپ کے پاس آتے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے آپ کی مدد کرتے اور آپ کے جھنڈے تلے جہاد کرتے اور اہل کتاب کی اکثریت کے ایمان لانے کے بڑے اسباب میں سے ہوتے جو موسیٰؑ کے ساتھ آپ کے قصہ کو جانتے تھے۔(۲)

۵۹۔ابوالحسین بن المنادی کہتے ہیں:

میں نے خضر کی درازی عمر اور کیا وہ اب تک زندہ ہیں کے بارے میں تحقیق کیا تو پتہ چلا کہ اکثر مغفلین و مفترین ہی اس بات کے قائل ہیں کہ وہ اب تک باحیات ہیں اور اس بارے میں ان کے دلائل مروی احادیث ہیں لیکن اس بارے میں یہ احادیث مرفوعہ کمزور ہیں اور اہل کتاب کی عدم ثقاہت کی بنا پر ان کی جانب سند ناقابل اعتبار ہے اور مسلمہ بن مصقلہ کی خبر بے عقلی کی ہنسی لانے والی بات کے مثل ہے اور ریاح کی خبر ہوا کے

---

(۱) البدایۃ والنھایۃ (علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام انبیاء کو اگر آپ ﷺ کے زمانے میں زندہ مکلف مان لیا جائے تو سب کے سب آپ کے تابع اور آپ کے زیر فرمان ہوں گے اور آپ کی شریعت پر عمل سب کے لئے لازم ہوگی جیسا کہ جب آپ معراج کی رات ان کے ساتھ اکٹھا ہوئے تو آپ کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور جب وہ لوگ آپ کے ساتھ بیت المقدس پہونچے اور نماز کا وقت ہوا تو جبریلؑ نے اللہ کے حکم سے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کی امامت کریں چنانچہ آپ نے ان کے محل ولادت اور دار الاقامہ میں ان کی امامت کی، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ہی امام اعظم اور معزز و مکرم آخری رسول ہیں۔

(۱) الاصابۃ مع الاستیعاب ۱/۴۳۶، فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۰۰/۲۷

مانند ہے۔

۶۰۔ اور فرمایا: اور اس کے علاوہ جتنی بھی خبریں ہیں سب بیکار ہیں، ان کی حالت دو امروں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں، یا تو ناواقفیت کی بنا پر ان کو ثقات سے متعلق کر دیا گیا ہے یا بعض لوگوں نے عمداً ایسا کام کیا ہے۔(۱)

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الانبیاء:۳۴)

اور ہم نے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی ہے۔

۶۱۔ کہتے ہیں اور اہل الحدیث اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث انس، منکر السند، سقیم المتن ہے اور بے شک خضر نے نہ ہمارے نبی سے خط و کتابت کی ہے اور نہ ہی آپ سے ملاقات کی ہے۔

۶۲۔ فرمایا اور اگر خضر باحیات ہوتے تو ان کے لئے رسول اللہ ﷺ سے نہ ملنے اور آپ کی جانب ہجرت نہ کرنے کی گنجائش ہی نہ رہتی۔

۶۳۔ فرمایا: اور مجھے بعض اصحاب نے بتایا ہے کہ ابراہیم حربی سے خضر کی درازی عمر کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے اس پر نکیر کی اور کہا کہ ان کی موت بہت پہلے ہو چکی ہے۔(۲)

۶۴۔ فرمایا اور ان کے علاوہ سے خضر کے درازی عمر کی بابت مراجعہ کیا گیا تو کہا من أحال علی غائب حی أو مفقود میت لم ینتصف منه وما ألقی هذا بین الناس إلا

(۱) الموضوعات لابن الجوزی ۱/۱۹۹ نقلا عن ابن المنادی ابن الجوزی لکھتے ہیں کذلك كان ابن المنادی من أصحابنا يقول ويقبح قول من يرى بقاءه يقول: لايثبت حديث فی بقاءه۔ ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۱۶۸/۵، البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۳۴

(۲) الموضوعات لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۹۹، فتاوی ابن تیمیة ج ٤ ص ۳۳۷، المنار المنیف ص ٦٧۔

الشیطان۔ (۱)

۶۵۔اور میں نے ان خبروں کو بیان کر دیا ہے جس کی جانب انہوں نے اشارہ کیا ہے اور مزید اس طرح کی کچھ چیزوں کا اضافہ کیا ہے جن میں سے اکثر کسی علت سے خالی نہیں ہیں، اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

۶۶۔ اور تفسیر اصبہانی میں حسن سے مروی ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ خضر کی وفات ہو چکی ہے۔

۶۷۔ اور امام بخاری سے مروی ہے کہ ان سے خضر اور الیاس کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ دونوں باحیات ہیں یا نہیں تو کہا کہ ان کا باحیات ہونا کیسے ممکن ہے جب کہ نبی ﷺ نے اپنی آخری عمر میں فرمایا تھا ارأیتکم لیلتکم هذه فان علیٰ رأس مائة سنة منها، لایبقی علی وجه الارض ممن هو علیها احد (۲) کیا میں تمہیں تمہاری اس رات کے بارے میں خبر نہ دے دوں اس رات سے سو سال مکمل ہونے کے بعد اس روئے زمین پر ان لوگوں میں سے جو آج اس پر موجود ہیں کوئی بھی باقی نہیں بچے گا،

۶۸۔اور ابن الجوزی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے (۳) جو صحیح بخاری میں اس طرح موجود ہے، نبی ﷺ نے بدر کے دن کہا تھا: اللهم ان تهلك هذه العصابة ، لا

---

(۱) الموضوعات ج۱ ص ۱۹۹ من طریق ابن المنادی ۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ حربی نے احمد بن حنبل سے خضر اور الیاس کے درازی عمر کے بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے یہ جواب دیا تھا ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص ۳۳۷۔

(۲) صحیح البخاری ۱/۲۱۱ کتاب العلم باب السمر فی العلم (المواقیت ۲۰، ۳۰، ۴۰

(۳) ملاحظہ ہو البدایة والنهایة ۱/۳۳۵ نقلا عن الابن الجوزی اور ابن القیم نے اسی طرح کا قول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بھی نقل کیا ہے دیکھیں المنار المنیف ص ۶۸

تعبد فی الأرض۔ (۱)

اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوجائے گی تو زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔

اور خضر ان میں موجود نہیں تھے اور اگر وہ ان دنوں زندہ ہوتے تو اس عموم میں شامل ہوتے کیونکہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔(۲)

۶۹۔اور ان کے علاوہ نے نبی ﷺ کے قول لا نبی بعدی سے استدلال کیا ہے۔(۳)

۷۰۔اور اس قول کی نسبت دحیہ کی جانب کی گئی ہے، آپ نے عیسیٰ بن مریم کو دلیل میں پیش کیا کہ وہ نبی تھے اور یہ بات محقق ہے کہ وہ آخری زمانے میں زمین پر اتریں گے اور شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلہ کریں گے۔(۴)

۷۱۔تو لا نبی بعدی میں واقع نفی کو لوگوں میں سے کسی کے لئے انشاء نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔ کسی ایسے نبی کے وجود کی نفی پر نہیں جن کو اس سے پہلے نبی بنایا گیا ہے۔

---

(۴) صحیح البخاری ۷/۲۸۷ رقم ۳۹۵۳، عن ابن عباسؓ بلفظ اللّٰهم إنی أنشدك عهدك ووعدك اللّٰهم إن شئت لم تعبد...... صحیح مسلم الجهاد ۱۲/۸۴ بلفظ ...... هذه العصابة من أهل الإسلام ......، مسند احمد ۱/۳۰ بلفظ اللّٰهم إنك إن تهلك هذه العصابة من أهل الإسلام فلا تعبد فی الأرض أبدا۔ و ۱/۳۲ بدون إنك۔

(۱) علامہ ابن القیم نے ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر خضر باحیات ہوتے تو ان پر واجب ہوتا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں اور آپ کے ساتھ جہاد کریں اور آپ سے علم حاصل کریں اور نبی ﷺ نے بدر کے دن کہا تھا اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوجائے گی تو زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی، اور بدر میں شریک ہونے والوں کی تعداد ۳۱۳ تھی اور یہ اپنے نام اپنے آباء اور قبائل کے نام کے ساتھ مشہور ہیں، تو خضر اس وقت کہاں تھے۔(المنار المنیف ص ۶۸)

(۲) لا نبی بعدی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جسے مسلم، ابوداؤد اور احمد نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، پوری حدیث اس طرح ہے وإنه سيكون فی أمتی ثلاثون كذابون و كلهم يزعم أنه نبی و أنا خاتم النبيين لا نبی بعدی

(۳) البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۳۲۵

ان احادیث کا بیان جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ خضر نبی ﷺ کے زمانے میں تھے پھر آپ کے بعد بھی اب تک زندہ ہیں

۲۷۔ابن عدی نے ''کامل'' میں عبداللہ (۱) بن نافع عن کثیر بن عبداللہ بن عوف عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے آپ نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی ایک کہنے والا کہہ رہا تھا اللہ میری مدد فرما جو مجھے اس سے نجات دے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سنا تو کہا اسی طرح کی دوسری دعا کیوں نہیں کرتے۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ تو مجھے صالحین کے شوق کی توفیق دے جس کا شوق تو نے انہیں دیا ہے۔ نبی ﷺ نے انس بن مالک سے جو آپ کے ساتھ تھے کہا اے انس! تم جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ میرے لئے دعاء استغفار کریں، انس اس آدمی کے پاس آئے اور آپ کا پیغام پہنچایا، اس آدمی نے کہا اے انس! تم میرے پاس رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے آئے ہو، حضرت انسؓ لوٹ آئے اور آپ سے مشورہ کیا، نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ کہہ دو کہ ہاں، اس آدمی نے ان سے کہا جائیے اور آپ ﷺ سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے جس طرح رمضان کو تمام مہینوں پر فضیلت دی ہے اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر اسی طرح فضیلت دی ہے جس طرح جمعہ کو تمام دنوں پر فضیلت دی ہے۔ لوگ اس آدمی کو

---

(۴) یہ عبداللہ بن نافع مولی ابن عمر ہیں، ابن معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہیں۔ نسائی متروک الحدیث اور بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں یہ مناکیر روایت کرتے ہیں اور ابن حجر بھی ضعیف کہتے ہیں دیکھئے، کتاب الضعفاء والصغیر ۷۶۸، کتاب الضعفاء والمتروکین ۶۵ الموضوعات لابن الجوزی ۱/۱۹۷ میزان الاعتدال ۲/۵۱۳ التقریب ۱۹۱

دیکھنے لگے یا حضرت انس اس آدمی کو بغور دیکھنے لگے تو وہ خضر علیہ السلام تھے۔(۱)

۳۷۔کثیر بن عبداللہ کو ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۲) لیکن یہ واقعہ دوسرے کی روایت سے بھی مروی ہے۔

۴۷۔ابوالحسین بن المنادی کہتے ہیں:

(ا) مجھے ابوجعفر احمد بن النضر العسکری نے بتایا ہے کہ محمد بن سلام المنبجی نے ان سے بیان کیا ہے۔

(ب) اور ابن عساکر نے محمد بن الفضل بن جابر عن محمد بن سلام المنبجی کے طریق سے نقل کیا ہے کہتے ہیں: ہم سے وضاح بن عباد کوفی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عاصم بن سلیمان الاحول نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے انس بن مالک نے بیان کیا، کہتے ہیں میں ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ طہارت کا پانی لئے ہوئے نکلا، آپ نے ایک نادی کو سنا

---

(۱) ملاحظہ ہو الکامل فی ضعفاء الرجال ج۲ ص ۱۱، الموضوعات لابن الجوزی ج۱ ص ۱۹۳، ۱۹٤، میزان الاعتدال ج۳ ص ۴۰۸، البدایۃ ج۱ ص ۳۳۱ اور ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ واقعہ نہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے نہ متن کے اعتبار سے۔فتح الباری ج۶ ص ۴۳۴، ۴۳۵، الاصابۃ ج۲ ص ۳۰۲، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج۱ ص ۱۶۴، ۱۶۵

(۲) کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی المدنی کو ابن معین نے لیس بشیء اور شافعی وابوداؤد نے رکن من أرکان الکذب کہا ہے، دارقطنی وغیرہ نے متروک کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ وہ متین نہیں ہیں، نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں، مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں ہمارے اصحاب میں سے کوئی بھی ان سے حدیث کو بیان نہیں کرتا تھا۔ابن حبان نے کہا ہے لہ عن أبیہ عن جدہ نسخۃ موضوعۃ کتاب میں نہ اس کا ذکر حلال ہے اور نہ ان سے روایت درست ہے ہاں از راہ تعجب درست ہے۔ ابن حجر نے ان کو ضعیف کہا ہے اور بعض لوگوں نے ان کی نسبت کذب کی جانب کی ہے۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الکامل ۱/۳،۱۱، الضعفاء والمتروکین ص ۸۹، الموضوعات لابن الجوزی ج۱ ص ۱۹۷، میزان الاعتدال ج۳ ص ۴۰۶، ۴۰۷، التقریب ص ۲۸۵۔

جو ندا دے رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے کہا اے انس! خاموش رہو، کہتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا، وہ آدمی کہہ رہا تھا اے اللہ! تو میری مدد فرما مجھے نجات دے ان چیزوں سے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے، کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر وہ اس دعا کے ساتھ اس کے اخت کو بھی کہتا تو بہتر ہوتا، یہ کہنا تھا کہ اس آدمی کو وہ چیز یاد آ گئی جس کا آپ نے ارادہ کیا تھا، اس نے کہا اور مجھے صالحین کے شوق کی توفیق دے جس چیز کے شوق پر تو نے انہیں آمادہ کیا ہے۔ نبی ﷺ نے مجھ سے کہا اے انس! اس پانی کو میرے پاس رکھ دو اور اس منادی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو تم رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ سے دعا کرو کہ وہ آپ کی اس پر مدد کرے جس کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے اور آپ کی امت کے لئے دعا کرو کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے جس کو لے کر ان کے نبی سچائی کے ساتھ ان کے پاس آئے ہیں۔ میں اس کے پاس آیا اور کہا اللہ آپ پر رحم کرے آپ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے دعا کریں کہ اللہ ان کی اس کام پر مدد کرے جس کے لئے ان کو بھیجا ہے اور آپ ان کی امت کے لئے دعا کریں کہ وہ ان باتوں پر عمل کریں جن کو لے کر ان کا نبی سچائی کے ساتھ آیا ہے۔ اس منادی نے کہا، آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ میں نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا کہ اسے بتا دوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لی ہے، میں نے اس سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کو اس سے نقصان نہیں پہونچے گا کہ مجھے کس نے بھیجا ہے۔ جس دعا کی میں نے درخواست کی ہے وہ دعا آپ کریں۔ اس نے کہا نہیں؟ جب تک آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ کس نے آپ کو بھیجا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا اور آپ سے کہا یا رسول اللہ! اس آدمی نے دعا کرنے سے انکار کر دیا جب تک میں اسے یہ نہ بتا دوں کہ کس نے مجھے بھیجا ہے، آپ نے کہا کہ اس کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ میں اللہ کے رسول کا قاصد ہوں، میں اس کے پاس دوبارہ گیا اور اس کو بتا دیا، اس نے کہا اللہ کے رسول

کے قاصد کے لئے مرحبا ہے، میں اس کا زیادہ حق دار تھا کہ آپ کے پاس آتا۔ رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے سلام پہونچادو کہو اے اللہ کے رسول، خضر آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں اے اللہ کے رسول، اللہ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے جس طرح ماہ رمضان کو تمام مہینوں پر فضیلت دی ہے اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے جس طرح جمعہ کو تمام ایام پر فضیلت دی ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں جب میں واپسی کے لئے مڑا تو میں نے اسے کہتے ہوئے سنا، اے اللہ! تو مجھے اس امت مرشدہ مرحومہ میں سے بنا جس کے اوپر خصوصی مہربانی کی گئی ہے۔ (۱)

۷۵۔ اور اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے، عن بشر بن علی بن بشر العمی عن محمد بن سلام اور کہا ہے کہ انس سے صرف عاصم نے روایت کیا اور عاصم سے صرف وضاح نے روایت کیا ہے، محمد بن سلام اس میں منفرد ہیں۔ (۲)

۷۶۔ میں کہتا ہوں یہ روایت حضرت انس سے دو طریق سے آئی ہے اور ابوالحسین بن المنادی نے کہا ہے یہ حدیث وضاح اور ان کے علاوہ سے واہی ہے، اور وہ منکر الحدیث و سقیم المتن ہے۔ خضر نے ہمارے نبی کے پاس نہ پیغام بھیجا ہے اور نہ ہی آپ سے ملاقات کی ہے۔ (۳) اور ابن الجوزی نے اس کو بعید سمجھا ہے اس بنا پر کہ نبی ﷺ سے ملنے

---

(۱) تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۰۱، مہذب کہتے ہیں بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف بالمرۃ یعنی موضوع ہے، ابن الجوزی کہتے ہیں یہ حدیث سقیم المتن اور منکر الاسناد ہے، خضر نے نہ تو ہمارے نبی کے پاس پیغام بھیجا ہے اور نہ آپ سے ﷺ ملاقات کی ہے، ابن کثیر کہتے ہیں اہل الحدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث منکر الاسناد سقیم المتن ہے

(۲) المعجم الاوسط، مجمع الزوائد ۱/۲۱۱، ۲۱۲۔ ہیثمی کہتے ہیں اس سند میں عباد بن وضاحی کوفی ہے ابوالحسین المنادی نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے اور طبرانی کے شیخ بشر بن علی بن بشر العمی کو میں نہیں جانتا ہوں اور بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۳) ابن المنادی کے قول کے لئے دیکھیں الموضوعات لابن الجوزی ۱/۱۹۷، البدایہ والنہایۃ ۱/۳۳۱۔

کے امکان کے باوجود وہ آپ کے پاس نہیں آئے۔(۱)

۷۷۔اور ابن عساکر نے ابو خالد موذن مسجد مسلبہ (۲) کے طریق سے نقل کیا ہے حدثنا أبو داؤد عن أنس پھر اسی کے مثل ذکر کیا ہے۔

۷۸۔اور ابن شاہین کہتے ہیں ہم سے موسیٰ بن انس بن خالد بن عبداللہ بن طلحہ بن موسیٰ بن انس بن مالک نے بیان کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم سے حاتم بن ابی داؤد نے معاذ بن عبداللہ بن ابی بکر عن ابیہ کے طریق سے روایت کرتے ہوئے حضرت انس کی روایت سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک رات کسی حاجت کے لئے نکلے میں بھی آپ کے پیچھے نکلا، ہم نے ایک کہنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا اے اللہ! میں تجھ سے صالحین کا شوق مانگتا ہوں جس شوق پر تو نے انہیں آمادہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے کہا اگر وہ اس کے ساتھ اس کی اخت کو ملا لیتا تو اچھا ہوتا، ہم نے اس کہنے والے کو سنا وہ کہہ رہا تھا اے اللہ تو میری مدد فرما مجھے نجات دے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! لازم ہوگئی، اے انس! اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے درخواست کرو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے دعا کرے کہ اللہ تعالی ان کی امت کو انہیں قبول کرنے کی توفیق دے اور اس پر مدد کرے جس حق وتصدیق کو لے کر آئے ہیں اس پر اس کی مدد کرے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں میں اس آدمی کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبداللہ! رسول اللہ ﷺ کے لئے دعا کیجئے اس نے مجھ سے کہا آپ کون ہیں؟ میں نے اس بات کو اچھا نہیں سمجھا کہ اس کو بتاؤں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت نہیں لی تھی اور اس نے جب تک کہ میں اسے بتا نہ دوں دعا کرنے سے انکار کر دیا، میں رسول اللہ

(۱) دیکھئے المنار المنیف ص ۶۷۔

(۲) اصل میں مسلبہ ہے اور اصابہ میں مسیلمہ ہے اور شاید صحیح لفظ سلمیہ ہے یہ حمص کے راستہ پر ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ دیکھیں مراصد الاطلاع ۲/ ۷۳۹

ﷺ کے پاس واپس آیا اور آپ کو بتایا، آپ نے فرمایا کہ بتادو میں واپس گیا اور اس سے کہا میں تمہاری جانب اللہ کے رسول کا قاصد ہوں۔ اس نے کہا رسول اللہ کے قاصد کے لئے مرحبا ہے اور اس نے آپ کے لئے دعا کیا اور کہا کہ میری جانب سے آپ کو سلام پہنچا دو اور آپ سے کہہ دینا کہ میں آپ کا بھائی خضر ہوں اور میں اس کا زیادہ مستحق تھا کہ آپ کے پاس آتا، حضرت انس کہتے ہیں جب میں واپسی کے لئے مڑا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا اے اللہ! تو مجھے اس امت مرحومہ میں سے بنادے جس کے اوپر خصوصی عنایت کی گئی ہے۔(۱)

۷۹۔ دار قطنی نے الافراد میں کہا ہے: ہاں اسے احمد بن عباس بغوی نے اور ان سے انس بن خالد نے اور ان سے محمد بن عبداللہ نے اسی کے مثل بیان کیا ہے۔(۲)

۸۰۔ اور محمد بن عبداللہ ہی ابوسلمہ انصاری ہیں اور یہ بہت زیادہ واہی الحدیث ہیں (۳) اور یہ بخاری کے شیخ قاضی البصرۃ (۴) نہیں ہیں قاضی البصرۃ ثقہ ہیں اور ابوسلمہ سے قدیم ہیں۔(۵)

۸۱۔ اور ہم نے ابواسحاق ابراہیم بن محمد المزنی کے فوائد میں دار قطنی کی تخریج کو روایت کیا ہے۔ ہم سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے بیان کیا ان سے محمد بن احمد بن زید نے، ان سے عمرو بن عاصم نے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا حسن بن رزین نے ابن جریج عن عطاء

---

(۱) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۰۴ نقلا عن ابن شاھین، یہ روایت موضوع ہے اس کا ایک راوی محمد بن عبداللہ انصاری کذاب ہے۔ (۲) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۰۴

(۳) عقیلی نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہیں اور ابن حبان نے منکر الحدیث جدا کہا ہے، ابن طاہر نے کہا ہے کہ یہ کذاب ہیں، المیزان ج ۳ ص ۵۹۸۔

(۴) ان کا نام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مثنی انصاری ہے۔ یہ قاضی البصرۃ ثقہ ہیں اور امام بخاریؒ کے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں میں نے ائمہ میں سے صرف تین کو دیکھا احمد، انصاری، اور سلیمان بن داؤد ہاشمی۔

(۵) الاصابۃ ۲/۳۰۴

عن ابن عباسؓ کے طریق سے روایت کرتے ہوئے۔ میں اس کو نبی ﷺ کی جانب مرفوع ہی خیال کرتا ہوں کہا: خضر اور الیاس ہر سال موسم حج میں ملاقات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا حلق کرتا ہے اور ان کلمات سے دونوں جدا ہوتے ہیں۔

بسم الله ماشاء الله لا يسوق الخير الا الله بسم الله ماشاء الله لاحول ولا قوة الا بالله (۱)

دارقطنی نے الافراد میں کہا ہے اس روایت کو حسن بن رزین کے علاوہ کسی نے بھی ابن جریج سے روایت نہیں کیا ہے اور ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں کہ اس پر کسی کی متابعت نہیں ہے اور یہ مجہول ہے اور ان کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ اور ابوالحسین المنادی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن مذکور کے ساتھ واہی ہے۔ (۲)

۸۲۔ اور یہ حدیث ان کے طریق کے علاوہ سے بھی آئی ہے (۳) لیکن انتہائی واہی طریق سے۔ ابن الجوزی نے اس کو اس طریق سے نقل کیا ہے۔ أحمد بن عمار حدثنا محمد بن مهدی، حدثنا مهدی بن هلال حدثنی ابن جریج اور اس کے الفاظ یہ ہیں: یجتمع البری والبحری الیاس والخضر کل عام بمكة بری اور بحری (خشکی اور تری میں رہنے والے) یعنی الیاس و خضر ہر سال مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے ان میں سے ہر ایک اپنے

---

(۵) الضعفاء للعقیلی ۱۴۱ ب، (ترجمۃ الحسن المذکور الموضوعات لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۹۵، المیزان ج ۱ ص ۴۹۰، البدایۃ والنھایۃ ج ۱ ص ۳۳۳، فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۵، الدر المنثور ج ۴ ص ۲۴۰۔ اس میں محمد بن احمد بن زید ضعیف ہے۔

(۱) الموضوعات لابن الجوزی ۱/۱۹۷، البدایۃ والنھایۃ ۱/۳۳۳، اللآلی المنثورة فی الأحادیث المشهورة للزرکشی ۲/۱۴۳

(۲) اس عبارت سے دارقطنی، ابن عدی اور عقیلی کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ اس کو حسن کے علاوہ کسی نے ابن جریج سے بیان نہیں کیا ہے۔

ساتھی کے بال کو کاٹتا ہے اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے کہو.
بسم اللہ......الخ۔(۱) اور اتنا اضافہ کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ما من عبد قالها كل يوم إلا أمن من الحرق والغرق والسرق و كل شئ يكرهه حتى يمسى و كذلك حتى يصبح جو بھی بندہ اسے روزانہ کہے گا وہ جلنے، ڈوبنے، چوری اور ہر ناپسندیدہ چیز سے شام تک محفوظ رہے گا اور ایسے ہی صبح تک محفوظ رہے گا۔ یعنی صبح کو کہنے والا شام تک اور شام کو کہنے والا صبح تک محفوظ رہے گا۔(۲)

ابن الجوزی نے کہا ہے: احمد بن عمار دار قطنی کے نزدیک متروک ہیں (۳) اسی طرح مہدی بن ہلال بھی متروک ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں مہدی بن ہلال موضوعات روایت کرتے ہیں۔(۴)

۸۳۔ اور عبید بن اسحاق العطار کے طریق سے حدثنا محمد بن ميسر عن عبدالله بن الحسن عن أبيه عن جده عن علي قال: ہر عرفہ کے دن جبریل، میکائیل، اسرافیل اور خضر اکٹھا ہوتے ہیں، جبریل کہتے ہیں ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ میکائیل ان

---

(۱) بسم الله ماشاء الله لا يسوق الخير الا الله بسم الله ماشاء الله لاحول ولا قوة إلا بالله وأحسبه قال: ومن الشيطان والسلطان والحية والعقرب (الاصابة ۲/۳۰۵

(۲) البداية والنهاية ۱/۳۳۳، اللآلى المصنوعة ۱۶۲۔۱۶۷، الاسرار المرفوعة ۸۱۔۸۲، اسنى المطالب ۲۹۲، اصابہ میں اتنا اضافہ ہے (اور میرا خیال ہے کہ کہا کہ وہ مذکورہ چیزوں کے علاوہ شیطان، سلطان، حیۃ اور عقرب سے محفوظ رہے گا۔ سخاوی نے مقاصد (۲۱۔۲۲) میں اسے ضعیف کہا ہے، حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن القیم نے المنار المنیف میں کہا ہے کہ اس میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو المیزان ج ۱ ص ۱۲۳

(۴) ابن معین نے کہا ہے کہ یہ بدعتی ہیں حدیث وضع کرتے تھے، ابن المدینی نے کہا ہے کہ وہ متہم بالکذب تھے۔ المیزان ج ۴ ص ۱۹۶، الاصابۃ ۲/۳۰۶، تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۱۲۰

کے جواب میں کہتے ہیں ماشاء اللہ کل نعمة فمن اللہ اسرافیل ان دونوں کے جواب میں کہتے ہیں ماشاء اللہ الخیر کله بید اللہ خضر جواب میں کہتے ہیں ماشاء اللہ لا یدفع السوء الا اللہ پھر سب لوگ جدا ہو جاتے ہیں اور پھر اگلے سال اسی دن میں جمع ہوتے ہیں (۱) اور عبید بن اسحاق متروک الحدیث ہیں۔ (۲)

۸۴۔ اور عبداللہ بن احمد نے زوائد کتاب الزہد میں حسن بن عبدالعزیز عن السری بن یحیی عن عبدالعزیز بن رواد نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں: خضر اور الیاس رمضان میں شروع سے آخر تک بیت المقدس میں موجود رہتے ہیں اور دونوں کرفس (روٹی) پر افطار کرتے ہیں اور ہر

---

(۱) الموضوعات لابن الجوزی ج ا ص ۱۹۶۔۱۹۷ اس میں اتنا اضافہ بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فما من عبد يقول هذه الأربع مقالات حتى يستيقظ من نومه إلا وكل الله به أربعة من الملئكة يحفظونه، صاحب مقالة جبريل عن بين يديه وصاحب مقاله ميكائيل عن يمينه وصاحب مقالة إسرافيل عن يساره وصاحب مقاله الخضر من خلفه إلى أن تغرب الشمس، ماكل آفة وعاهة وعدو وظالم وحاسد جو بندہ نیند سے بیدار ہو کر یہ چاروں مقالات کہتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے چار فرشتوں کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، صاحب مقالہ جبریل اس کے سامنے ہوتے ہیں اور صاحب مقالہ میکائیل اس کے دائیں اور صاحب مقالہ اسرافیل اس کے بائیں اور صاحب مقالہ خضر اس کے پیچھے ہوتے ہیں یہ فرشتے سورج غروب ہونے تک ہر آفت و مصیبت اور دشمن، ظالم اور حاسد سے حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وما من أحد يقولها يوم عرفة مائة مرة من قبل غروب الشمس إلا ناداه الله تعالىٰ من فوق عرشه أى عبدى قد أرضيتنى وقد رضيت عنك فسلنى ماشئت فبعزتى حلفت لأعطينك جوان مقالات کو عرفہ کے دن سو مرتبہ غروب شمس سے پہلے کہے گا اللہ تعالی عرش کے اوپر سے اسے ندا دے گا اے میرے بندے! تو نے مجھے خوش کر دیا میں تجھ سے خوش ہو گیا تم جو چاہو مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم میں نے قسم کھالیا ہے کہ میں ضرور تم کو دوں گا۔ ابن الجوزی نے اس کو علی بن حسن الجہضمی کے طریق سے نقل کیا ہے اور وہ کذاب ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھیں البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۳۳۔ المنار المنیف ص ۶۷۔

(۲) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۰۶، قانون الموضوعات للفتنی، تنزیہ الشریعۃ ج ا ص ۸۲

سال موسم حج میں اکٹھا ہوتے ہیں۔(۱)

اور یہ روایت معضل ہے(۲)

۸۵۔ہم نے ابوعلی بن محمد بن علی الباشانی کے فوائد میں روایت کیا ہے۔ہم سے عبدالرحمٰن بن حبیب الفریابی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم سے صالح نے اسد بن سعید عن جعفر بن محمد عن آباءہ عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے، حضرت علی نے کہا:

میں نبی ﷺ کے پاس تھا آپ کے پاس تیلوں کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا روغن بنفشہ کی فضیلت تمام روغنوں پر ایسے ہی ہے جیسے ہم اہل بیت کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے حضرت علی نے کہا اور نبی ﷺ اس کا تیل استعمال کرتے تھے اور اسے ناک میں ٹپکاتے تھے، اس کے بعد ایک طویل حدیث ذکر کیا ہے اس میں کراث، بازروج، جرجیر، ھندباء، کماۃ، کرفس، لحم اور حیتان کا ذکر ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ کماۃ جنت کی چیز ہے اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے، اور اس میں زہر سے شفاء ہے اور یہ الیاس اور الیسع کی خوراک ہے یہ دونوں ہر سال موسم حج میں اکٹھا ہوتے ہیں دونوں ماء زمزم پیتے ہیں جو اگلے سال تک ان کے لئے کافی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر سو سال میں ان کی جوانی کو لوٹا دیتا ہے اور ان دونوں کی خوراک کماۃ اور کرفس ہے۔(۳)

ابن الجوزی کہتے ہیں اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے بارے میں متہم عبدالرحیم بن حبیب ہے۔ابن حبان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث وضع

(۱)فتح الباری ۴۳۵/۶ الاصابۃ ۳۰۶/۲، المقاصد الحسنۃ ۲۱، ۲۲، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱۰۹، کشف الخفا للعجلونی ۴۹/۱

(۲)معضل کا لغوی معنی مشکل ہے اور اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند سے پے در پے دو سے زیادہ قوی راوی ساقط ہو گئے ہوں۔

(۳)الاصابۃ ج۲ص ۳۰۶۔۳۰۷

کرتا تھا۔(۲) اور مقاتل کا یہ قول پیچھے گزر چکا ہے کہ الیسع خضر ہی ہیں۔(۳)

۸۶۔ابن شاہین نے کہا ہے ہم سے محمد بن احمد بن عبدالعزیز الحرانی نے، ان سے ابو طاہر خیر بن عرفہ نے، ان سے ہانی بن المتوکل نے، ان سے بقیہ عن الاوزاعی عن مکحول نے بیان کیا ہے: مکحول کہتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لئے نکلے جب ہم ارض جذام پہنچے تو ہمیں پیاس کا احساس ہوا۔ ہمارے آگے بادل کے آثار تھے، ہم ایک میل چلے تو ایک تالاب پر پہونچے جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا تو ہم نے ایک منادی کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا اللهم اجعلنى من أمة محمد المرحومة المغفور لها المستجاب لها والمبارك عليها (اے اللہ! مجھے امت محمد میں کردے جس پر رحم کیا گیا ہے اور جس کی مغفرت کردی گئی ہے اور جس کی دعا قبول کرلی گئی ہے اور جسے برکت سے نوازا گیا ہے) رسول اللہ ﷺ نے کہا اے حذیفہ! اے انس! تم دونوں اس گھاٹی میں جاؤ اور دیکھو یہ آواز کیا ہے۔ کہتے ہیں ہم لوگ اس وادی میں گئے تو وہاں ایک آدمی تھا وہ برف سے بھی زیادہ سفید کپڑا پہنے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ اور اس کی داڑھی بھی اسی طرح سفید تھی۔اس کا قد ہم سے دو ہاتھ یا تین ہاتھ اونچا تھا، ہم نے سلام کیا اس نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا مرحبا ہو تم دونوں رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہو، ہم نے کہا صحیح ہے، اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کون ہیں، کہا میں الیاس نبی ہوں۔ میں مکہ جانے کے ارادہ سے نکلا تھا کہ تمہارے لشکر کو دیکھ لیا۔ مجھ سے فرشتوں کی ایک جماعت نے کہا جس کے مقدمہ پر جبریل اور ساقہ پر میکائیل تھے یہ آپ کے بھائی رسول اللہ ہیں آپ ان سے سلام کریں اور ان سے ملاقات

---

(۲) یحیی بن معین نے عبدالرحیم بن حبیب الفاریابی کو لیس بشیء کہا ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی جانب نسبت کرکے پانچ سو سے زیادہ حدیث کو گھڑا ہے مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۰۳۳، المیزان ج ۲ ص ۶۰۳، تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۷۹

(۳) البحر المحیط ۶/۱۴۷، الاصابۃ ۲/۲۸۷، بدائع الزہور ۱۳۴۔

کریں۔آپ دونوں ان کے پاس جائیں اور آپ سے میرا اسلام کہیں، اور آپ سے کہیں مجھے آپ کے لشکر میں آنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ میں ڈر گیا کہ اونٹ گھبرا جائیں گے اور میری لمبائی کو دیکھ کر مسلمان بھی خوفزدہ ہو جائیں گے کیونکہ میری ساخت تمہاری ساخت کی طرح نہیں۔ ہے تم دونوں آپ ﷺ سے کہہ دو کہ آپ میرے پاس چلے آئیں۔ حضرت حذیفہ وانس کہتے ہیں کہ ہم دونوں نے اس آدمی سے مصافحہ کیا اس آدمی نے حضرت انس سے کہا اے رسول اللہ کے خادم! یہ کون ہیں؟ کہا کہ صاحب سر رسول اللہ حذیفہ ہیں، اس آدمی نے ان کو مرحبا کہا پھر کہا یہ آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں آسمان والے ان کو صاحب سر رسول اللہ کہتے ہیں۔

حذیفہ نے کہا کیا آپ فرشتوں سے ملاقات کرتے ہیں؟ کہا میں روزانہ ان سے ملاقات کرتا ہوں، وہ مجھ سے سلام کرتے ہیں میں ان سے سلام کرتا ہوں، ہم نبی ﷺ کے پاس آئے آپ ہمارے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم وادی میں پہونچے، الیاس کے چہرے اور ان کے کپڑے کی چمک سورج کی طرح تھی۔ نبی ﷺ نے کہا تم لوگ یہیں ٹھہرو آپ ہم سے تقریباً پچاس گز آگے گئے اور دیر تک ان سے معانقہ کیا، پھر دونوں بیٹھے، ہم نے کوئی چیز دیکھی جو بڑے پرندے کے مانند تھی اس نے ان دونوں کو گھیر لیا اس کا رنگ سفید تھا اس نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا وہ چیز ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہوگئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آواز دی کہ اے حذیفہ! اے انس! ہم آگے پہونچے تو ان دونوں کے سامنے سبز دستر خوان تھا، ہم نے کوئی بھی چیز اس سے بہتر نہیں دیکھی تھی۔ اس کی سبزی ہماری سفیدی پر غالب آگئی اور ہمارے چہرے سبز ہو گئے۔ دستر خوان پر پنیر، کھجور، انار، موز، انگور رطب اور سبزی تھی، کراث اس میں نہ تھی۔ نبی ﷺ نے کہا اللہ کا نام لے کر کھاؤ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا یہ دنیاوی کھانا ہے، کہا نہیں، ہم سے کہا یہ میری روزی ہے اور میں چالیس روز کے بعد کھاتا ہوں۔ فرشتے اسے میرے پاس لاتے ہیں

آج چالیس دن مکمل ہوئے ہیں اور یہ ایسی چیز ہے جس کے بارے میں اللہ کہتا ہے کن تو وہ چیز ہو جاتی ہے ہم نے کہا آپ کہاں سے آئے ہیں کہا رومیہ کے پیچھے سے، میں ملائکہ کے لشکر میں تھا جو لشکر مسلمان جنوں کے ساتھ تھا ہم نے کفار کی ایک جماعت سے جہاد کیا ہے، ہم نے کہا جس جگہ آپ تھے وہاں تک کتنی مسافت ہے؟ کہا چار مہینے اور میں نے دس دن پیشتر اس کو چھوڑا ہے اور میں مکہ جا رہا ہوں وہاں ہر سال پانی پیتا ہوں اور اس سے پورے سال میری سیرابی رہتی ہے اور میں پیاس سے محفوظ رہتا ہوں، ہم نے کہا کس جگہ آپ زیادہ رہتے ہیں؟ کہا شام، بیت المقدس، مغرب اور یمن میں اور محمد ﷺ کی مسجدوں میں سے کوئی مسجد خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ایسی نہیں ہے جس میں داخل نہ ہوا ہوں ہم نے کہا خضر سے آپ کی ملاقات کب ہوئی تھی؟ کہا ایک سال پہلے موسم حج میں میری ملاقات ان سے ہوئی تھی اور میں ہر سال موسم حج میں ان سے ملاقات کرتا ہوں۔ خضر نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھ سے پہلے آپ کی ملاقات محمد سے ہوگی آپ سے میرا اسلام کہہ دینا۔ الیاس نے آپ سے معانقہ کیا اور روئے اور ہم سے معانقہ کیا اور روئے، اور ہم بھی روئے۔ جب وہ آسمان کی جانب متوجہ ہوئے تو ہم نے انہیں دیکھا گویا ان کو اٹھا لیا گیا ہے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! جب وہ آسمان کی جانب متوجہ ہوئے تو ہم نے ایک تعجب خیز بات دیکھی ہے آپ نے کہا وہ ایک فرشتہ کے دونوں بازو کے درمیان ہوتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں پہونچ جاتے ہیں۔ (۱)

۸۷۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ نے اس کو کسی کذاب سے سنا ہے اور اس کو اوزاعی سے تدلیس کیا ہے کہا اور خیر بن عرفہ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں وہ مشہور مصری محدث ہیں ان کے جد کا نام عبداللہ بن کامل اور کنیت ابوالطاہر ہے۔ ان سے ابوطالب الحافظ دارقطنی کے شیخ اور ان کے علاوہ نے روایت کیا ہے انتقال

(۱) تھذیب تاریخ ابن عساکر ج ۱۳ ص ۱۰۲، مہذب نے کہا ہے کہ حدیث منکر و اسناد باطل البدایۃ والنھایۃ ج ۱ ص ۳۳۸۔۳۳۹ باختصار

۲۸۳ھ میں ہوا ہے۔

۸۸۔ اسے بقیہ کے علاوہ نے اوزاعی سے دوسری صفت پر بیان کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے کہا ہے: مجھ سے ابراہیم بن سعید جوہری نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن یزید الموصلی التیمی نے جوان کے آزاد کردہ غلام ہیں، بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابواسحاق جرشی نے اوزاعی عن مکحول عن انس کے طریق سے بیان کیا ہے کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا جب ہم اس حجر (۱) کے فج الناقۃ (۲) پر تھے تو ہم نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا، اللّٰھم اجعلنی من أمة محمد المرحومة المغفور لها المثاب علیها المستجاب منها (اے اللہ! تو مجھے امت محمدیہ میں کردے جس پر رحم کیا گیا ہے اور جس کی مغفرت کردی گئی ہے اور جس پر رحمت نازل کی گئی ہے اور جس کی دعا قبول کی گئی ہے) مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کہا اے انس! معلوم کرو یہ کیسی آواز ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں میں پہاڑ میں داخل ہوا دیکھا ایک آدمی ہیں جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں، جسم پر سفید کپڑا ہے۔ لمبائی تین سو گز سے زیادہ ہے۔ جب اس آدمی نے مجھے دیکھا تو کہا تم رسول اللہ کے فرستادہ ہو؟ میں نے کہا ہاں، کہا آپ کے پاس واپس جاؤ اور آپ سے میرا سلام کہو اور کہو یہ تمہارے بھائی الیاس ہیں جو آپ سے ملاقات چاہتے ہیں۔ نبی ﷺ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا، یہاں تک کہ جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ آگے بڑھ گئے اور میں پیچھے آگیا، دونوں نے دیر تک بات کی۔ ان دونوں کے پاس آسمان سے کوئی چیز دستر خوان کی طرح آئی دونوں نے مجھے بلایا اور میں نے دونوں کے ساتھ کھایا اس کے اندر کماۃ، کرفس اور رمان تھا جب میں کھا چکا تو وہاں سے اٹھ گیا اور وہاں سے ہٹ گیا اور ایک بادل آیا جس نے انہیں اٹھا لیا، میں اس بادل میں ان کے کپڑے کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا جو ان کو لے کر شام کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے نبی

---

(۲) حجر حاء کے کسرہ کے ساتھ قوم ثمود کے دیار کو کہتے ہیں یہ مدینہ وشام کے درمیان واقع ہے یہیں قوم ثمود آباد تھے۔

(۳) وہ پہاڑ ... [illegible]

ﷺ سے کہا میرے باپ وماں آپ پر قربان ہوں یہ کھانا جو ہم نے کھایا ہے کیا آپ پر آسمان سے اترا ہے؟ آپ نے کہا میں نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تھا انہوں نے کہا اسے میرے پاس جبریل لاتے ہیں۔ ہر چالیس دن میں ایک بار کھاتا ہوں اور سال میں ایک بار زمزم کا پانی پیتا ہوں۔ اور کبھی میں نے ان کو کنویں پر دیکھا ہے وہ ڈول سے بھر کر پانی پیتے ہیں اور کبھی وہ مجھے پلاتے ہیں۔ (۱)

ابن الجوزی نے کہا ہے یزید اور ابو اسحٰق معروف نہیں ہیں اور یہ روایت الیاس کی لمبائی کے سلسلے میں سابقہ روایت سے مختلف ہے۔ (۲)

۸۹۔ ابن عساکر نے علی بن الحسین بن ثابت الدوری عن ھشام بن خالد عن الحسن بن یحیی الخشنی عن ابن ابی رواد کے طریق سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں۔ خضر اور الیاس بیت المقدس میں روزہ رکھتے ہیں۔ ہر سال حج کرتے ہیں اور ایک بار زمزم پیتے ہیں جو ان کے لئے اگلے سال تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (۳)

۹۰۔ پھر میں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل کے زیادات زھد میں پایا، کہتے ہیں میں نے اپنے والد کی کتاب میں جو ان کے قلم سے تیار ہوئی ہے پایا۔ مجھ سے مہدی بن جعفر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھ سے ضمرہ نے سری بن یحیی عن ابی رواد روایت کیا ہے کہتے ہیں الیاس اور خضر رمضان کا روزہ بیت المقدس میں رکھتے ہیں اور دونوں ہر سال موسم حج میں

(۱) تہذیب ابن عساکر ج ۳ ص ۱۰۲۔ ابن ابی الدنیا نے اسے باطل اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حاکم نے بھی اسے نقل کیا ہے اور ھذا حدیث صحیح الاسناد کہا ہے۔ سیوطی نے اسے موضوع کہا ہے۔

(۲) اسی طرح دونوں روایات بعض دوسری چیزوں میں بھی مختلف ہیں۔ اس روایت میں حذیفہ الیمان کا قطعاً ذکر ہی نہیں ہے جب کہ پہلی روایت میں ہے کہ وہ حضرت انس کے ساتھ تھے اور دونوں کو نبی ﷺ نے بھیجا تھا۔ پہلی روایت میں ہے کہ الیاس مکہ جا رہے تھے اور اس روایت میں ہے جاء ت سحابة فاحتمله قبل الشام ہے۔ اسی طرح پہلی روایت میں ربما رأيته على الجب يمسك بالدلو فيشرب و ربما سقاني نہیں ہے اور اس روایت میں ہے۔ یہ اختلافات وتناقضات بھی اس حدیث کی عدم صحت پر دال ہیں۔

(۳) البدایۃ والنھایۃ ج ۱ ص ۳۳۳، الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۰۔ الدر المنثور ج ۴ ص ۲۴۰

ملاقات کرتے ہیں

عبداللہ کہتے ہیں مجھ سے حسن یعنی ابن رافع نے ضمرہ عن السری عن عبدالعزیز بن ابی روادا یسے ہی بیان کیا ہے۔(۱)

۹۱۔ابن جریر نے اپنی تاریخ میں کہا ہے مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحکم المصری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھ سے محمد بن متوکل نے ان سے حمزہ بن ربیعہ نے عبداللہ بن شوذب سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہتے ہیں: خضر فارس کی اولاد میں سے ہیں اور الیاس بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ یہ دونوں ہر سال موسم حج میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں(۲)

۹۲۔فاکہی(۳) نے ''کتاب مکہ'' میں کہا ہے مجھ سے زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے حمزہ بن عتبہ نے اوران سے محمد بن عمران نے جعفر بن محمد بن علی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے، کہتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ عشرۂ ذی الحجہ کی راتوں میں مکہ میں تھا اور میرے والد حج میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ کے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے وہ میرے والد کے بغل میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اس نے کہا میں آپ کے پاس (اللہ آپ پر رحم کرے) اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو اس گھر کی اول تعمیر کے بارے میں بتاؤں۔ میرے والد نے کہا آپ کہاں کے ہیں، کہا میں اہل مغرب کا ایک آدمی ہوں، کہا اس گھر کی اول تعمیر اس طرح ہوئی کہ جب

(۱) فتح الباری ج٦ ص ۴۳۵، الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۰)

(۲) تاریخ طبری ج ۱ ص ۳٦٥ ، الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۹۱ ، الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۰

(۳) یہ ابوعبداللہ محمد بن اسحاق فاکہی مکی صاحب تاریخ مکہ ہیں، ۲۶۳ یا ۲۷۲ میں انتقال ہوا ہے۔ دیکھئے تاریخ الخلفاء ص ٦٤٦ ، معجم المولفین ج ۹ ص ٤٠

فرشتوں نے أتجعل فيها من يفسد فيها کہہ کر اللہ کو جواب دیا تو اللہ غصہ میں ہو گیا، یہ دیکھ کر فرشتوں نے اس کے عرش کا طواف کیا اور معذرت کی اللہ تعالی نے ان کی معذرت قبول کر لی اور راضی ہو گیا اور کہا میرے لئے زمین پر ایک ایسا گھر بناؤ کہ جب میں اپنے بندوں سے ناراض ہوں تو وہ اس کا طواف کریں اور میں ان سے خوش ہو جاؤں جس طرح تم سے خوش ہو گیا ہوں۔ پھر اس آدمی نے ان سے کہا اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اس وقت آپ سے زیادہ علم والا کوئی موجود نہیں ہے، پھر وہ آدمی واپس جانے کے لئے مڑا، مجھ سے میرے والد نے کہا اس آدمی کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لاؤ، میں نکلا، میں اس آدمی کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب وہ باب صفا پر پہنچا تو غائب ہو گیا گویا کہ کچھ نہیں تھا، میں نے اپنے والد کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ کون تھے کہتے ہیں میں نے کہا نہیں، تو کہا یہ خضر تھے۔ (۱)

☆☆☆

(۱) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۱، ۳۱۷، فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۵، ۴۳۶۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں فاکہی نے کتاب میں جعفر بن محمد سے جو روایت بیان کی ہے اس کی سند مجہول ہے

ان روایات کا بیان جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خضر نبی ﷺ کے بعد بھی زندہ ہیں اور ان کا بیان جنھوں نے خضر کو دیکھا ہے اور بات کیا ہے۔

۹۳۔ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے۔

مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے عبدالعزیز اویسی نے ان سے علی بن ابی علی الھاشمی نے جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن ابیہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا:

جب نبی ﷺ کا انتقال ہوا اور تعزیت کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک آدمی اہل بیت کے پاس آیا ہم اس کی موجودگی کو محسوس کر رہے تھے لیکن اس کی شخصیت کو دیکھ نہیں پا رہے تھے اس نے کہا السلام علیکم أهل البیت و رحمة الله و برکاته کل نفس ذائقة الموت وإنما توفون أجورکم یوم القیامة ان فی الله عزاء من کل مصیبة وخلفا من کل هالك ودرکا من کل مافات فبالله فثقوا وإیاه فارجوا فإن المصاب من حرم الثواب (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم قیامت کے دن پورا پورا اجر دیئے جاؤ گے۔ بے شک اللہ ہی کے لئے ہر مصیبت میں تسلی کا سامان ہے اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا خلف ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کی تلافی ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو کیونکہ حقیقت میں مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے) جعفر کہتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ علی بن ابی طالب نے کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ یہ خضر ہیں۔(۱)

---

(۱) البدایة والنهایة ج۱ص ۳۳۲ نقلا عن الشافعی فی مسنده۔ یہ روایت مرسل اور ناقابل اعتبار ہے۔ یہ روایت ایک دوسری سند سے بھی ہے اور اس کی سند مجہول ہے۔ فتح الباری ج۶ ص ۴۳۵۔

۹۴۔ اس روایت کو محمد بن منصور الجواز نے محمد بن جعفر اور عبداللہ بن میمون القداح (۱) دونوں سے اس طرح روایت کیا ہے عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علی بن الحسین میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے: جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو ایک تعزیت اس طرح آئی کہ لوگ اس کی موجودگی کو محسوس کر رہے تھے لیکن اس کے سراپا کو دیکھ نہیں رہے تھے السلام علیکم و رحمة الله أهل البيت إن فی الله عزاء من كل مصيبة وخلفا من كل هالك ودركا من كل مافات، فبالله فثقوا وإياه فارجوا، فإن المحروم من حرم الثواب (السلام علیکم اے اہل بیت بے شک اللہ ہی کے لئے ہر مصیبت میں تسلی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدل ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کی تلافی ہے تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو کیونکہ حقیقی مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے) حضرت علی نے کہا جانتے ہو یہ کون ہیں یہ خضر ہیں۔

۹۵۔ ابن الجوزی کہتے ہیں: ان کی متابعت محمد بن صالح نے محمد بن جعفر کے واسطہ سے کی ہے اور محمد بن صالح ضعیف ہیں اور اس کو واقدی (۲) نے بھی بیان کیا ہے اور وہ کذاب ہیں۔

۹۶۔ اسی طرح ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اس کو محمد بن ابی عمر نے محمد بن جعفر کے واسطے سے روایت کیا ہے اور ابن ابی عمر مجہول ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اطلاق ضعیف ہے۔ ابن ابی عمر اس سے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کے بارے میں ایسی بات کہی جائے، یہ مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ کے شیخ ہیں اور ثقہ ہیں۔ (۳) حافظ اور مشہور صاحب مسند ہیں ان سے

---

(۱) عبداللہ بن میمون بن داؤد القداح المخزومی المکی منکر الحدیث متروک ہیں دیکھئے تقریب ۱۹۱۔

(۲) واقدی سے مراد محمد بن عمر بن واقد اسلمی مدنی قاضی ہیں۔ وسعت علم کے باوجود ان کی حدیث کے ترک پر لوگوں کا اتفاق ہے انتقال ۲۰۷ھ میں ہوا ہے دیکھئے تذکرہ ج ۱ ص ۳۴۸

(۳) ان سے امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

روایتیں مروی ہیں اور یہ روایت انہیں میں سے ہے۔

۹۷۔ حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے: ان کے پاس قریش کی ایک جماعت آئی انہوں نے اس سے کہا میں تمہیں ابوالقاسم ﷺ کے بارے میں نہ بتاؤں، جماعت نے کہا ضرور، انہوں نے نبی ﷺ کی وفات کے متعلق یہی حدیث بیان کی اور آخر میں کہا کہ جبریلؑ نے کہا: یا أحمد علیکم السلام هذا آخر وطنی فی الأرض إنما کنت أنت حاجتی عن الدنیا اے احمد علیکم السلام یہ زمین پر میری آخری آمد ہے کیونکہ دنیا میں صرف آپ ہی میری حاجت تھے یعنی صرف آپ ہی کے پاس میں اللہ کا پیغام لے کر آتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور تعزیت کا موقع آیا تو ایک آنے والا آیا ہم اس کی موجودگی کو تو محسوس کر رہے تھے لیکن اس کی شبیہ کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا: السلام علیکم أهل البیت ورحمة الله إن فی الله عزاء من کل مصیبة و خلفا من کل هالك و درکا من کل فائت فبالله فثقوا وإیاه فارجوا فإن المحروم من حرم الثواب وإن المصاب من حرم الثواب والسلام علیکم اے اہل بیت تمہارے اوپر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو، بے شک اللہ ہی ہر مصیبت میں کام آنے والا ہے اور ہر فانی چیز کا وہی بہترین بدلہ دے سکتا ہے اور ہر فوت زدہ چیز کا تدارک کر سکتا ہے تو اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو، کیونکہ حقیقی محروم وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے اور حقیقی مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے اور تمہارے اوپر سلامتی ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں، یہ خضر ہیں۔ (۱)

۹۸۔ اور محمد بن جعفر جو موسیٰ کاظم کے بھائی ہیں انھوں نے اپنے باپ وغیرہ سے بیان کیا ہے اور ان سے ابراہیم بن منذر وغیرہ نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے لئے مکہ و مدینہ میں رہنے کی دعا کی تھی اور لوگوں کے ساتھ ۲۰۰ھ میں حج کیا ہے اور لوگوں نے ان سے خلافت پر بیعت کی ہے۔ معتصم نے حج کیا اور ان پر غالب آ گیا تو ان کو اپنے بھائی

(۱) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۴

مامون کے پاس خراسان لے گیا اور ۲۰۳ھ میں جرجان میں انتقال ہو گیا۔(۱)

۹۹۔خطیب نے ان کے حالات میں لکھا ہے: جب وہ ان پر غالب ہوا تو منبر پر کھڑا ہوا اور کہا اے لوگو! میں نے تم سے بہت سی حدیثیں بیان کی ہیں جن کو خود گھڑ لیا ہے یہ سن کر لوگوں نے اس نوشتہ کو پھاڑ دیا جسے ان سے سن کر لکھا تھا یہ ستر سال زندہ رہے، امام بخاریؒ کہتے ہیں ان کے بھائی ان سے زیادہ ثقہ ہیں۔(۲)

۱۰۰۔حاکم نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے،(۳) ذہبی کہتے ہیں سلیمان بن داؤد کے بارے میں ان کی روایت کا منکر ہونا ایک دم ظاہر ہے۔

۱۰۱۔سیف بن عمرو تیمی نے اپنی کتاب الردۃ میں سعید بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ آئے اور آپ کے کمرہ میں داخل ہوئے جب آپ کو چادر سے ڈھکا ہوا دیکھا تو إنا للہ و إنا إلیہ راجعون کہا اور آپ پر درود بھیجا، گھر والے بلند آواز سے رونے لگے جسے اہل مصلی نے سنا جب انہیں کچھ سکون ہوا تو ان لوگوں نے دروازے پر بلند آواز سے کسی آدمی کے سلام کرنے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا السلام علیکم یا أهل البیت کل نفس ذائقة الموت وإنما توفون أجورکم یوم القیمة ألا وأن فی اللہ خلفا من کل أحد و نجاة من کل مخافة واللہ فارجوا وبه فثقوا فإن المصاب من حرم الثواب۔

اے اہل بیت تم پر سلامتی ہو، ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور تمہیں قیامت کے دن تمہارا اجر و ثواب دیا جائے گا۔خبردار اللہ ہی کے پاس ہر ایک کے لئے اچھا بدلہ اور ہر خوف و رنج سے نجات ہے۔اللہ ہی سے امید رکھو اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔حقیقی مصیبت

---

(۱) المیزان ۳/۵۰۰، الاصابہ ۲/۳۱۴، ۳۱۵

(۲) تاریخ بغداد ۱/۱۱۵

(۳) مستدرک حاکم ۲/۵۸۸

زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے۔ گھر والوں نے اس آواز کو سنا اور رونا بند کیا۔ پھر انہوں نے جھانک کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا انہوں نے پھر رونا شروع کیا اس کے بعد کسی دوسرے نے ان کو پکار کر کہا یا أهل البيت اذكروا الله تعالى واحمدوه على كل حال، تكونوا من المخلصين، إن في الله عزاء من كل مصيبة وعوضا عن كل هلكة فبالله فثقوا وإياه فأطيعوا فإن المصاب من حرم الثواب۔

اے اہل بیت اللہ کو یاد کرو اور ہر حال میں اسی کی تعریف کرو تم مخلصین میں سے ہو جاؤ گے۔ بے شک اللہ ہی کے پاس ہر مصیبت کی تسلی اور ہر پریشانی کا بدلہ ہے۔ اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور صرف اسی کی اطاعت کرو حقیقی مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے، ابوبکرؓ نے کہا یہ خضر اور الیاس ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات پر حاضر ہوئے ہیں۔ سیف میں مقال ہے۔(۱) اور ان کے شیخ غیر معروف ہیں۔(۲)

۱۰۲۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں: ہم سے کامل بن طلحہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے عباد بن عبدالصمد نے خبر دی ہے کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا ہے جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو اصحاب کرام آپ کے اردگرد جمع ہو گئے سب رو رہے تھے کہ ان کے پاس ایک آدمی جس کے دونوں کندھے تک لمبے لمبے بال تھے اور وہ ازار و چادر میں تھا اصحاب رسول کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا اور گھر کے دونوں بازو کو پکڑ کر رونے لگا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا إن في الله عزاء من كل مصيبة و عوضا من كل ما فات وخلفا من كل هالك فإلى الله فأنيبوا و بنظره إليكم في البلاء فانظروا فإنما المصاب من لم يجز الثواب۔

(۱) سیف بن عمر الضبی الاسیدی مصنف الفتوح، الردۃ وغیرہ واقدی کی طرح ہیں جابر جعفی جیسے کذاب سے روایت کرتے ہیں۔ ابوداؤد نے ان کو لیس بشیء ابوحاتم نے متروک اور نسائی نے ضعیف لکھا ہے اور تمام کے نزدیک یہ واضع الحدیث ہیں۔

(۲) الاصابۃ ج۲ ص۳۱۶، فتح الباری ج۶ ص۴۳۵

ترجمہ: اللہ ہی کے پاس ہر مصیبت میں تسلی کا سامان ہے اور ہر فوت شدہ چیز کا عوض ہے تو اللہ ہی کی جانب توجہ کرو اور مصیبت میں اسی کی جانب نظر دوڑاؤ کیونکہ حقیقی مصیبت زدہ وہی ہے جو مصیبت پر ثواب نہ پائے۔

پھر وہ آدمی چلا گیا ابوبکرؓ نے کہا میرے پاس اس آدمی کو لاؤ، لوگوں نے دائیں بائیں دیکھا لیکن ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی، ابوبکرؓ نے کہا شاید یہ ہمارے نبی کے بھائی خضر ہیں آپ کی وفات پر ہماری تعزیت کے لئے آئے تھے۔(۱)

عباد کی امام بخاری اور عقیل نے تضعیف کی ہے۔(۲)

۱۰۳۔اس حدیث کو طبرانی نے اس طرح نقل کیا ہے عن موسیٰ بن هارون عن كامل ...... اور کہا ہے کہ عباد انس سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

۱۰۴۔ابن شاہین نے اپنی کتاب "کتاب الجنائز" میں کہا ہے: محمد بن منکدر سے روایت ہے کہتے ہیں: ایک بار حضرت عمرؓ ایک جنازہ کی نماز پڑھنے جا رہے تھے کہ پیچھے سے کسی ہاتف نے آواز دی خبردار! اللہ آپ پر رحم فرمائے ہم سے نماز میں سبقت نہ کرنا، آپ نے اس کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ جب صف میں آ کر شامل ہو گیا تو اس نے اللہ أكبر کہی اور کہا، إن تعذبه فقد عصاك وإن تغفر له فإنه فقير إلى رحمتك (اگر تو اسے عذاب دے تو اس نے تیری نافرمانی کی ہے اور اگر تو اسے معاف کر دے تو وہ تیری رحمت کا فقیر ہے) حضرت عمرؓ اور آپ کے اصحاب نے اس آدمی کی جانب نگاہ ڈالی جب میت کو دفن کر دیا گیا تو اس آدمی نے اس پر قبر کی مٹی درست کی پھر کہا طوبى لك يا صاحب القبر إن لم تكن عريفا أو جابيا أو خازنا أو كاتبا أو شرطيا اے قبر

(۱) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۸، الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۶، الفتح ج ۶ ص ۴۳۵ اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں عباد بن عبد الصمد ہیں جو واہی ہیں۔

(۲) امام بخاری انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ابو حاتم نے کہا ہے عباد ضعيف جدا ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ زیادہ تر فضائل علی بیان کرتے ہیں اور یہ ضعیف اور غالی فی التشیع ہیں۔میزان ج ۲ ص ۳۶۹، قانون الموضوعات ۲۶۶، تنزيه الشريعة ۱/۷۰۔

والے تمہارے لئے سعادت ہے اگر تم عریف خراج جمع کرنے والے خازن، سکریٹری یا شرطی نہیں تھے، حضرت عمرؓ نے کہا اس آدمی کو لاؤ ہم اس سے اس کی نماز اور کلام کے بارے میں بات کریں۔ وہ آدمی وہاں سے چلا گیا اور اس کے قدم کا نشان ایک گز کا تھا، عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ خضر تھے جن کے بارے میں نبی ﷺ نے ہمیں بتایا تھا۔(۱)

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اس کے اندر ایک مجہول ہے۔(۲) اور ابن المنکدر وعمر کے درمیان انقطاع ہے۔(۳)

۱۰۵۔ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ عمر بن محمد بن المنکدر کا بیان ہے ایک آدمی قسم کھا کر کوئی چیز بیچ رہا تھا اس کے پاس ایک شیخ کھڑے ہوئے انھوں نے کہا بیچو اور قسم نہ کھاؤ، اس نے ان کی بات سنی نہیں اور دوبارہ پھر قسم کھایا، شیخ نے پھر کہا کہ قسم کھا کر نہ بیچو، اس نے کہا اس چیز کو واضح کیجئے جو آپ کو فکر مند بنائے ہوئے ہے، شیخ نے کہا یہی قسم کھانا ہی مجھے فکر مند بنائے ہوئے ہے۔ پھر کہا نقصان کے وقت صدق کو کذب پر ترجیح دیجئے جب کہ اس کذب سے نفع کی امید ہو، اور بات کیجئے اور جب تمہارا علم ختم ہو جائے تو خاموش ہو جایئے اور کاذب کو الزام دیجئے جب کہ تجھ سے کوئی دوسرا بات کرے۔ اس نے کہا میرے لئے اس بات کو لکھ دیجئے، شیخ نے کہا اگر کوئی چیز مقدر ہوگی تو ہو کر رہے گی پھر اس نے ان کو نہیں دیکھا لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خضر ہیں۔(۴)

ابن الجوزی کہتے ہیں یہی اصل حدیث ہے۔

۱۰۶۔ابو عمر بن السماک نے اس واقعہ کو اپنے فوائد میں یحیی بن ابی طالب عن علی بن عاصم عن عبید اللہ بن عبید اللہ کے طریق سے نقل کیا ہے: عبد اللہ بن عبید اللہ کہتے ہیں: ابن عمر

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۳۳۲، الفتح ج ۶ ص ۴۳۵ تھذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۵۵

(۲) مجہول استاذ عبد اللہ بن وھیب ہیں کیونکہ ان کے نام کی صراحت نہیں ہے۔

(۳) کیونکہ محمد بن منکدر سے لقا ثابت نہیں ہے دیکھئے التذکرۃ ۱/۱۲۷، تقریب ۳۲۰۔

(۴) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۸

بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی نے اپنا سامان لا کر رکھا اسے وہ بیچنا چاہتا تھا وہ بار بار قسم کھانے لگا یکا یک اس کے پاس سے ایک آدمی گزرا، اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور جھوٹی قسم نہ کھاؤ، تم نقصان کے موقع پر بھی سچائی کو لازم پکڑو اور نفع کے وقت بھی جھوٹ سے بچو اور دوسرے کی بات میں ہرگز نہ بڑھو۔ ابن عمر نے اس سامان بیچنے والے آدمی سے کہا اس کے پیچھے جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ان کلمات کو لکھ دے، وہ گیا تو اس آدمی نے کہا جس کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر وہ نظر نہ آیا لوٹ کر اس نے ابن عمر کو اطلاع دی ابن عمر نے کہا یہ خضر تھے۔(۱)

ابن الجوزی کہتے ہیں علی (۲) بن عاصم ضعیف سیئ الحفظ ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے عمر بن محمد بن المنکدر رکھنا چاہا ہو اور ابن عمر کہہ دیا ہو۔

۱۰۷۔ ابن الجوزی کہتے ہیں اس روایت کو احمد بن محمد بن مصعب نے جو وضاعین میں سے ہیں مجہول راویوں کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے اور انہوں نے عطاء سے اور عطاء نے ابن عمر سے روایت کیا ہے

۱۰۸۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں مجھے اس حدیث کی اس کے علاوہ ایک عمدہ سند ملی ہے جو

---

(۱) الاصابۃ ج۲ ص۳۱۹۔

(۲) علی بن عاصم کے بارے میں امام بخاریؒ نے کہا کہ وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں، نسائی نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ابن معین سے کہا گیا کہ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ علی بن عاصم ثقہ ہیں تو انہوں نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم وہ ان کے نزدیک ثقہ نہیں ہیں، اور نہ ان سے کبھی ایک حرف روایت کیا ہے تو وہ آج ان کے نزدیک ثقہ کیسے ہو گئے اور ان سے میرے والد نے کبھی کچھ نہیں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ لینُ الحدیث ہیں ان کی حدیث کو لکھا جاتا ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، یزید بن ہارون کے بارے میں ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم برابر ان کو کذب کے ساتھ ہی جانتے تھے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان پر تشیع کا الزام ہے۔ ان کے بارے میں مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو الضعفاء الصغیر للبخاری ۸۲، الضعفاء والمتروکین للنسائی ۷۷، الجرح والتعدیل ج۲ ص ۱۹۸، المیزان ج۳ ص ۱۳۵۔ ۱۳۷، التقریب ۲۴۷، تنزیہ الشریعۃ ج۱ ص ۸۷۔

ابن عمر سے مروی ہے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کہا ہے ہم کو ابوزکریا بن ابی اسحاق نے خبر دی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن سلیمان فقیہ نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حجاج بن فرافصہ نے بیان کیا ہے۔ (اصابہ میں احمد بن سلیمان الفقیہ کے بعد حدثنا الحسن بن مکرم، حدثنا عبداللہ بن بکر وھو السھمی کا اضافہ ہے)

دو آدمی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس خرید و فروخت کر رہے تھے ان میں سے ایک آدمی بار بار قسم کھا رہا تھا، ان دونوں کے پاس سے ایک آدمی گزرا اور ان کے پاس کھڑا ہوا اور بار بار قسم کھانے والے سے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور زیادہ قسم نہ کھا، کیونکہ زیادہ قسم کھانے سے نہ تمہارے رزق میں اضافہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے تمہارے رزق میں کمی نہ ہوگی۔ اس نے کہا آپ اپنا مقصد بیان کیجئے، کہا یہی میرا مقصد ہے، اس نے تین بار یہی بات دہرائی اور انہوں نے بھی اس کا یہی جواب دیا۔ جب اس نے ان دونوں کے پاس سے جانے کا ارادہ کیا تو کہا بے شک یہ ایمان کی علامت ہے کہ نقصان کی صورت میں بھی تم صدق کو کذب پر ترجیح دو، اگر چہ اس کذب سے تم کو نفع ہو رہا ہو اور تمہاری بات میں تمہارے فعل سے فرق نہ ہو، پھر وہ آدمی چلا گیا، عبداللہ بن عمر نے کہا اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے ان کلمات کو لکھوا لو، اس نے کہا اے عبداللہ! اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ مجھے ان کلمات کو لکھ دیں، اس آدمی نے کہا جو اللہ نے مقدر کیا ہے وہ ہوگا اور اُسے دہرایا یہاں تک کہ اس نے اسے یاد کر لیا پھر چلا یہاں تک کہ ایک پیر مسجد میں رکھا، میں نہیں جان سکا زمین اس کے نیچے ہے یا آسمان، کہتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خضر تھے یا الیاس۔(۱)

۱۰۹۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب کا بیان ہے:

(۱) اصابہ ج۲ ص ۳۱۹، ۳۲۰، فتح الباری ج۶ ص ۴۳۶ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس میں راوی کو شک ہے کہ یہ خضر تھے یا الیاس۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی سے بھی ملاقات متحقق نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس میں راوی کے شک کے علاوہ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ یہ روایت معضل ہے۔ اور اس طرح کی روایت صحیح نہیں ہے۔

میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا دیکھا کہ ایک آدمی کعبہ کے پردے سے چمٹا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے اے وہ ذات جس کو سننے سے کوئی چیز مشغول نہیں کرتی ہے اے وہ ذات جس کو سائلین مغالطہ میں نہیں ڈال سکتے اے وہ ذات جو اصرار کرنے والے کے اصرار سے زچ نہیں ہوتا، تو مجھے اپنے عفو کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی حلاوت چکھا، حضرت علی کہتے ہیں میں نے اس سے کہا اللہ آپ کو عافیت میں رکھے اپنی اس دعا کو دہرائیں اس نے کہا کیا آپ نے اسے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا کریں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے اگر آپ پر آسمان کے تاروں اور زمین کی کنکریوں کے برابر گناہ ہوگا تو بھی اللہ تعالی اسے پلک جھپکنے سے جلد معاف کر دے گا (۱)

دینوری نے مجالسہ میں اسی طریق سے روایت کیا ہے۔ (۲)

۱۱۰۔ احمد بن حرب نیساپوری نے بھی اس کو علی بن ابی طالب کی روایت سے ایسے ہی بیان کیا ہے لیکن اس میں اتنا اضافہ ہے میں نے کہا اے اللہ کے بندے اس کلام کو دہراؤ اس نے کہا کیا آپ نے اس کو سن لیا ہے میں نے کہا ہاں اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے (اور خضر ان کلمات کو ہر فرض نماز کے بعد کہتے تھے) جو شخص بھی ان کلمات کو فرض نماز کے بعد کہے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ یہ گناہ درختوں کے پتوں، بارش کے قطرات اور ریت کے ڈھیر کی طرح ہوں۔ (۳)

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۳۲۲، ۳۲۳۔ یہ روایت منقطع ہے اس کی سند میں غیر معروف راوی ہیں۔

(۲) الدر المنثور ۲۳۹/۴ نقلا عن ابن عساکر عن الدینوری

(۳) الموضوعات لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۱۸، البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۳۳۲ اس روایت کے ایک راوی محمد بن معاذ الهروی مجہول ہیں اور دوسرے راوی عبداللہ بن محرر متروک ہیں، امام احمد کہتے ہیں لوگوں نے عبداللہ بن محرر کی روایت کو چھوڑ دیا ہے۔ ابن المنادی کہتے ہیں میں نے ابن محرر سے ملاقات کی ہے بکری کی مینگنی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے۔ اس روایت کے ایک راوی یزید بن اصم ہیں ان کی ملاقات حضرت علی سے ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس روایت کو ابن عساکر نے دو طریق سے روایت کیا ہے اور دونوں میں ضعف ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۵۔

۱۱۱۔محمد بن معاذ ہروی نے بھی اس روایت کو سفیان ثوری کے واسطہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۱۱۲۔بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا تو فرشتوں نے تعزیت کیا، لوگ ان کی آہٹ کو سنتے تھے لیکن جسم کو نہیں دیکھتے تھے کہا السلام علیکم أهل البيت ورحمة الله وبركاته إن في الله عزاء من كل مصيبة، وخلفا منكل فائت، فبالله فثقوا وإياه فارجوا فإنما المحروم من حرم الثواب والسلام عليكم و رحمة الله و بركاته بے شک اللہ ہی کے پاس ہر مصیبت میں صبر ہے اور ہر فوت شدہ چیز کا بدل ہے اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو حقیقی محروم وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔(۱)

۱۱۳۔بیہقی کہتے ہیں ہم سے ابوشعبہ احمد بن محمد بن عمرو الاحمسی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بن حمید بن الربیع اللخمی نے، ان سے عبداللہ بن ابی زیاد نے وہ کہتے ہیں ہم سے شیبان بن حاتم نے۔ان سے عبدالواحد بن سلیمان الحارثی نے۔ان سے حسن بن علی نے محمد بن علی یعنی حسین بن علی کے بیٹے سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے، کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو جبریلؑ آپ کے پاس آئے۔ پھر وفات کا طویل واقعہ ذکر کیا۔ اور اسی میں ہے کہ ان کے پاس کوئی آنے والا آیا جس کی موجودگی کو تو حاضرین محسوس کرتے تھے لیکن اس کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ پھر اسی کے مثل تعزیت کے بارے میں ذکر کیا۔(۲)

۱۱۴۔سیف نے ''الفتوح'' میں روایت کیا ہے: ایک جماعت سعد بن وقاص کے ساتھ تھی انہوں نے ابومحجن کو قتال کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر ابومحجن کا طویل واقعہ ذکر کیا ہے، اور ان

---

(۱) البدایۃ والنھایۃ ج۱ص۳۳۲

(۲) دلائل النبوۃ ج۲ص۴۹۵، البدایۃ والنھایۃ ج۱ص۳۳۲، الاصابۃ ج۲ص۳۱۵

لوگوں نے کہا اور وہ ان کو (ابومحجن) کو پہچانتے نہیں تھے کہ یہ خضر ہی ہیں۔(۱)

اور یہ قول اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ لوگ اس وقت خضر کی موجودگی کا یقین رکھتے تھے۔(اگرچہ یہ یقین بلا دلیل ہے)

۱۱۵۔ اور ابوعبداللہ بن بطۃ العکبری الحنبلی بیان کرتے ہیں: ہم سے شعیب بن احمد بن العوام نے بیان کیا، کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن عبدالحمید الواسطی نے، ان سے ابین بن سفیان نے غالب بن عبداللہ العقیلی عن الحسن البصری کے طریق سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: اہل سنت میں سے ایک آدمی اور غیلان قدری نے تقدیر کے بارے میں کچھ اختلاف کیا، اور دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ اس جانب سے جو آدمی پہلے نمودار ہو اور ایک جانب اشارہ کیا اس کا فیصلہ مان لیا جائے، چنانچہ اس جانب سے ایک دیہاتی آدمی ان دونوں کے پاس آیا، اس نے ایک عباء لپیٹ رکھا تھا اور اسے کندھے پر رکھے ہوئے تھا۔ دونوں نے اس سے کہا ہم نے آپ کو اپنے مسئلہ میں حکم مانا ہے اس نے اپنے کپڑے کو سمیٹا اور اس پر بیٹھ گیا، پھر کہا تم دونوں بھی بیٹھو، ہم دونوں اس کے سامنے بیٹھ گئے اس نے غیلان قدری کے خلاف فیصلہ سنایا، حسن کہتے ہیں یہ آدمی خضر تھے، اس روایت کی سند میں ابین بن سفیان ہیں اور وہ متروک ہیں۔(۲)

(۱) الاصابۃ ج ۲ص ۳۲۱، سیف بن عمرو الضبی الاسیدی مصنف الفتوح والردۃ (ان کو التمیمی البرجی اور سعدی کوفی بھی کہا جاتا ہے) واقدی کے مثل ہیں یہ ہشام بن عروۃ، عبیداللہ بن عمر اور جابر جعفی جیسے اور بہت سے مجہولین سے روایت کرتے ہیں، ابوداؤد انہیں لیس بشیء اور ابوحاتم متروک کہتے ہیں۔ ابن حبان نے ان کو زندقہ کے ساتھ متہم کیا ہے۔ نسائی ضعیف کہتے ہیں اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ حدیثیں وضع کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ۵۱، المیزان ۲/ ۲۵۵، تنزیہ الشریعۃ ۱/ ۱۶۶، قانون الموضوعات ۱۶۲۔ ان کا انتقال رشید کے زمانے میں ہوا ہے

(۲) ذہبی کہتے ہیں ابین بن سفیان ضعیف ہیں۔ ابوجعفر نفیلی کہتے ہیں میں نے ابین بن سفیان کی روایت کردہ حدیثوں کو لکھا تھا پھر میں نے ان تمام کو جلا دیا یہ مرجئہ تھے۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں ملاحظہ ہو۔ میزان ج ۱ص ۷۸، الاصابۃ ج ۲ص ۳۲۱

۱۱۶۔ حماد بن عمر النصیبی احد المتر وکین (۱) نے روایت کیا ہے کہتے ہیں ہم سے سری بن خالد نے انھوں نے جعفر بن محمد سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے دادا علی بن حسین سے روایت کیا ہے، کہ: ان کا ایک غلام سمندر میں سفر کر رہا تھا، کہ کشتی ٹوٹ گئی وہ ساحل پر چلا جا رہا تھا کہ سمندر کے کنارے اس نے ایک آدمی کو دیکھا اور ایک دستر خوان دیکھا جو آسمان سے اترا تھا، وہ دستر خوان اس کے سامنے رکھ دیا گیا اور اس نے کھایا پھر یہ دستر خوان اٹھالیا گیا اس نے اس آدمی سے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو وہ توفیق دی جس کو میں دیکھ رہا ہوں، آپ اللہ کے کون سے بندے ہیں، کہا میں وہ خضر ہوں جس کے بارے میں تم سنتے ہو، کہا یہ کھانا کہاں سے آیا کہا اللہ کے اسماء عظام کی برکت سے۔(۲)

۱۱۷۔ امام احمد نے اپنی کتاب ''کتاب الزھد'' میں نقل کیا ہے کہتے ہیں: حماد بن اسامہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر نے معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے اور انہوں نے عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہتے ہیں:

فتنۂ ابن الزبیر کے زمانے میں ایک آدمی مصر کے ایک باغ میں رنجیدہ وغمگین سر جھکائے کسی چیز سے زمین کو کرید رہا تھا، جب اس نے سر اٹھایا تو دیکھا ایک آدمی کدال لئے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہے، اس نے اپنے سر کو اٹھایا گویا کہ اسے حقیر سمجھ رہا ہے، اس آدمی نے اس سے کہا کیا بات ہے میں تم کو رنجیدہ دیکھ رہا ہوں، اس نے کہا کوئی بات نہیں ہے۔ اس آدمی نے کہا سنو دنیا ایک موجود شے ہے جسے نیک وبد دونوں کھا رہے ہیں اور

---

(۱) بخاری کہتے ہیں حماد بن عمر ابو اسماعیل النصیبی منکر الحدیث ہیں، علی بن حجر نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، نسائی نے متروك الحدیث ابن معین نے لیس بشیء اور ابو زرعہ نے واھی الحدیث کہا ہے، ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث وضع کرتا تھا، جوزجانی کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے۔

(۲) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۲۱

آخرت ایک سچا وقت ہے اس کے اندر ملک قادر کی حکومت ہوگی یہاں تک کہ اس نے بیان کیا کہ اس کے لئے گوشت کے مفاصل کی طرح مفصل ہیں جس نے اس میں سے کسی چیز کے بارے میں خطا کی اس نے حق کو کھو دیا، کہتے ہیں کہ جب اس آدمی نے اس کی بات سنی تو اسے یہ بات اچھی لگی کہا میرا غم وہ ہے جس میں مسلمان متبلا ہیں اس نے کہا اللہ تعالی تمہیں مسلمانوں پر شفقت کی وجہ سے نجات دے دے گا، اور مانگو کون ہے وہ جس نے اللہ سے مانگا ہو اور اللہ نے اسے نہ دیا ہو یا اس نے اللہ سے دعا کیا ہو اور اللہ نے اسے قبول نہ کیا ہو، یا اللہ پر توکل کیا ہو اور وہ اس کے لئے کافی نہ ہوا ہو یا اس نے اس پر بھروسہ کیا ہو اور اس نے اس کو نجات نہ دی ہو۔ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر کہنے لگا اللّٰھم سلمنی و سلم منی اے اللہ تو مجھے محفوظ رکھ اور مجھ سے محفوظ رکھ، کہتے ہیں فتجلت ولم یصب فیھا بشیء

مسعر کہتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خضر تھے۔(۱)

۱۱۸۔ اس روایت کو ابو نعیم نے "الحلیة" میں عون بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ابو اسامہ یعنی حماد بن سلمہ کے طریق سے نقل کیا ہے اور روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے، اس کو ابن عیینہ نے مسعر سے روایت کیا ہے۔(۲)

۱۱۹۔ اور ابراہیم بن محمد بن سفیان الراوی نے مسلم سے اپنی اس روایت کے بعد جسے انہوں نے مسلم سے ابو سعید کی حدیث کے لئے بیان کیا ہے اس کے قصہ میں جس کو دجال قتل کرے گا یقال إن الرجل ھو الخضر کہا جاتا ہے کہ یہ آدمی خضر تھے۔(۳)

۱۲۰۔ اور عبد الرزاق نے کہا ہم کو معمر نے زہری سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابی سعید کے طریق سے روایت کرتے ہوئے اس کے قصہ میں جس کو دجال قتل کرے گا بیان

---

(۱) الاصابۃ ج۲ص۳۲۲، الفتح ج۶ص۴۳۵۔

(۲) حلیۃ الأولیاء ج۴ص۲۴۴ عن عون بن مسعر۔

(۳) صحیح مسلم ج۱۸ص۷۱،۷۲، تہذیب الاسماء ج۱ص۱۷۷

کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے، معمر نے کہا مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ أنـه يجعل علی حلقة صفيحة من نحاس اور مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ خضر ہیں۔(۱)

نووی نے اس کی نسبت مسند معمر کی طرف کی ہے اور ان کو یہ وہم ہوا ہے کہ ان کے پاس اس کی سند ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ معمر کا قول ہے۔(۲)

۱۲۱۔ابونعیم نے ''الحلية'' میں کہا ہے:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں میں ایک بار کعبہ کا طواف کرر ہا تھا کہ ایک آدمی کو دیکھا جو لوگوں میں لمبا اور اچھے چہرے والا تھا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اس جیسا آدمی اہل علم ہوگا، کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیچھے لگ گئے یہاں تک کہ اس نے اپنی طواف مکمل کی، پھر مقام ابراہیم کے پاس پہونچا اور دو رکعت نماز ادا کی، جب اس نے سلام پھیرا تو قبلہ کی جانب متوجہ ہوا اور چند دعائیں کیں، پھر ہماری جانب متوجہ ہوا اور کہا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے، ہم نے کہا بتائیے کہ ہمارے رب نے کیا کہا ہے، کہا، تمہارے رب نے کہا ہے میں بادشاہ ہوں میں تمہیں بلاتا رہوں گا یہاں تک کہ تم بادشاہ بن جاؤ، پھر دوبارہ قبلہ کی جانب متوجہ ہوا اور کچھ دعائیں کیں پھر ہماری جانب متوجہ ہوکر کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا کہا، ہم نے اس سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ بتائیے کہ ہمارے رب نے کیا کہا ہے، کہا تمہارے رب نے کہا ہے میں زندہ ہوں میں تمہیں بلاتا رہوں گا یہاں تک کہ تم زندہ ہو جاؤ مرو گے نہیں، پھر قبلہ کی جانب متوجہ ہوکر چند دعا کی اور ہماری جانب متوجہ ہوکر کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا، ہم نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے آپ بتائیے کہ ہمارے رب نے کیا کہا، کہا تمہارے رب نے

---

(۱) مصنف عبدالرزاق ۱۱/۳۹۳، مجمع الزوائد ۷/۳۳۷، مجمع الزوائد میں ہے وفيه قال أبوسعيد كنا نرى ذلك الرجل عمر بن الخطاب لما نعلم من قوته وجلالته

(۲) البداية والنهاية ۱/۳۳۴، الاصابة ۲/۳۲۲، الفتح ۶/۴۳۵

کہا ہے میں وہ ہوں کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ میں تمہیں بلاتا رہوں گا یہاں تک کہ تمہاری بھی وہی پوزیشن ہو جائے کہ جب تم کسی چیز کا ارادہ کرو تو وہ تمہارے لئے ہو جائے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں پھر وہ آدمی چلا گیا اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، کہتے ہیں کہ جب میری ملاقات سفیان ثوری سے ہوئی تو میں نے انہیں یہ بات بتائی انہوں نے کہا کہ بہت کچھ ممکن ہے کہ وہ خضر ہوں یا بعض ابدال ہوں۔ (۱)

۱۲۲۔ محرز بن ابی جدعہ نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے ان کی متابعت کی ہے۔ (۲)

۱۲۳۔ زیاد بن ابی الاصبع نے بھی سفیان سے اس کو روایت کیا ہے۔ (۳)

۱۲۴۔ اور محمد حسن بن ازہر نے عباس بن یزید عن سفیان کے طریق سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔ (۴)

۱۲۵۔ ابوسعید (۵) نے "شرف المصطفی" میں احمد بن ابی بزہ کے طریق سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں ہم سے محمد بن فرات نے اور انھوں نے میسرہ بن سعید بن ابی عروبہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

ایک بار حسن اپنی مجلس میں تھے اور لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ج۷ ص ۳۰۳، تہذیب تاریخ عساکر ج ۵ ص ۱۵۸، الاصابۃ ج ۲ ص ۳۲۳، سفیان ثوری کے اس قول میں تعین کے ساتھ نہیں ہے کہ خضر ہیں اور اگر تعین بھی ہوتا تو بھی یہاں پر کوئی ایسی علامت نہیں ہے جس سے معلوم ہو جاتا کہ وہ خضر ہی ہیں۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ج۲ ص ۳۲۳ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۵۹ اس میں ہے کہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حکایت کو محرز بن ابی جدعہ نے سفیان سے روایت کیا ہے اور وہ مجہول ہیں۔

(۳) الاصابۃ ج۲ ص ۳۲۳۔

(۴) الاصابۃ ج۲ ص ۳۲۳، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۵۹ اس میں ہے یہ حکایت ابن الازہر کے طریق سے مروی ہے اور وہ ثقہ نہیں ہیں، خطیب نے ان کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کیا ہے۔

(۵) ابوسعید سے مراد عبدالملک بن محمد الخرکوشی ہیں جو واعظ و زاہد تھے ان کی کتاب "شرف المصطفی" ۸ جلدوں میں ہے، دیکھئے شذرات ج ۳ ص ۱۸۴، معجم المولفین ج ۶ ص ۱۸۸

ایسا آدمی آیا جس کی آنکھیں سبز تھیں حسن نے اس سے کہا کیا تم پیدائشی طور پر ایسے ہو یا کوئی بیماری ہے، اس نے کہا اے ابوسعید! کیا آپ مجھ کو پہچانتے نہیں ہیں، کہا تم کون ہو کہا فرات اور ان سے اپنا پورا نسب بیان کیا، چنانچہ مجلس میں موجود تمام لوگوں نے اس کو پہچان لیا، حسن نے کہا اے فرات! تمہارا کیا قصہ ہے کہا اے ابوسعید! میں نے اپنا پورا مال سمیٹ کر ایک کشتی میں ڈالا اور چین کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے زوردار ہوا چلی کشتی ڈوب گئی لیکن میں ایک تختے کے سہارے ساحل پر پہونچ گیا۔ میں تقریباً چار ماہ تک وہیں ٹھہرا رہا، درخت اور گھاس جو میسر ہوتا اسے کھا لیتا اور چشمے کا پانی پی لیتا، پھر میں نے کہا اب میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا خواہ ہلاک ہو جاؤں یا نجات پا جاؤں، میں وہاں سے روانہ ہوا تو مجھے چاندی کی طرح ایک سفید محل نظر آیا پھر اس کے دروازے نظر آئے جس کے اندر گیلریاں تھیں اور ان گیلریوں میں ہر طاق میں موتی کا ایک صندوق تھا جس کے تالے کی کنجیاں سامنے ہی رکھی ہوئی تھیں، میں نے ان میں سے بعض کو کھولا تو اس کے اندر سے ایک عمدہ خوشبو آئی اور اس میں کچھ آدمی تھے جو ریشم کے کفن میں لپٹے ہوئے تھے، میں نے ان میں سے بعض کو ہلایا تو وہ مردہ بصورت زندہ تھے میں نے صندوق کو بند کر دیا اور وہاں سے نکل آیا، محل کے دروازے کو بند کر دیا اور آگے بڑھ گیا، راستے میں مجھے دو شہ سوار ملے جن سے خوبصورت کسی آدمی کو میں نے نہیں دیکھا ہے، یہ دونوں دو خوبصورت گھوڑے پر سوار تھے جن کے ہاتھ پیر، پیٹ اور پیشانی سفید تھے، ان دونوں نے مجھ سے میرا حال پوچھا اور میں نے ان کو بتا دیا۔ دونوں نے کہا آگے جاؤ تم ایک درخت کے پاس پہونچو گے جس کے نیچے باغ ہے وہاں ایک اچھی صورت کے شیخ ایک دوکان پر نماز پڑھ رہے ہوں گے ان کو اپنا پورا حال بتاؤ، وہ تمہیں راستہ بتا دیں گے، میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ ایک شیخ موجود ہیں میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور میرا حال پوچھا میں نے ان کو اپنا پورا حال بتا دیا جب میں نے ان کو محل کا حال بتایا تو وہ گھبرا گئے، پھر

کہا تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے صندوقوں کو بند کر دیا اور دروازوں کو بند کر دیا، یہ سن کر وہ پرسکون ہو گئے اور کہا کہ بیٹھئے، ایک بدلی کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو بدلی نے السلام علیك اے اللہ کے ولی کہا، انہوں نے کہا کہ تم کہاں جا رہی ہو؟ کہا فلاں اور فلاں جگہ جانے کا ارادہ ہے پھر یکے بعد دیگرے بدلیاں گزرتی رہیں یہاں تک کہ جب ایک بدلی آئی تو اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا بصرہ کا ارادہ ہے، کہا کہ اترو وہ بدلی اتری اور ان کے سامنے آگئی۔ آپ نے کہا کہ ان کو سوار کر لو اور ان کو بحفاظت ان کے گھر پہونچا دو، جب میں بادل کے دوش پر سوار ہو گیا تو میں نے کہا آپ سے اس ذات کے واسطے سے پوچھتا ہوں جس نے آپ کو عزت دی ہے کیا آپ مجھے اس قصر اور دونوں شہ سوار اور اپنے بارے میں نہیں بتائیں گے، کہا قصر کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے ذریعہ شہداء بحر کی تکریم کی اور ان کو ان صندوقوں میں ریشم کے کفن میں لپیٹ کر رکھ دیا اور جو دو شہ سوار آپ نے دیکھا وہ دو فرشتے ہیں جو صبح شام اللہ کے حکم سے ان پر سلام بھیجنے آتے ہیں اور میں خضر ہوں، میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ میرا حشر اپنے نبی کی امت کے ساتھ کرے۔ وہ آدمی کہتے ہیں جب میں بادل پر سوار ہو گیا تو مجھے سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی یہاں تک کہ میں یہاں آموجود ہوا، حسن نے کہا تم نے ایک عظیم چیز دیکھی ہے۔(۱)

---

(۱) الاصابة ۲/ ۳۲۳۔۳۲۵ اس موضوع قصہ کے راویوں میں ایک راوی محمد بن فرات تیمی الجرمی ابوعلی کوفی ہے ابن معین نے اس کے بارے میں لیس بشئ کہا ہے، احمد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اسے جھوٹا کہا ہے ابوداوٗد کہتے ہیں اس نے محارب بن دثار سے موضوع احادیث کو روایت کیا ہے۔ ابن عمار نے لاشئ کذاب کہا ہے، اور ابوالفتح الحافظ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ معضلات کو ثقہ راویوں سے بیان کرتا ہے، ملاحظہ ہو الضعفاء الصغیر للبخاری ۱۰۵، الضعفاء والمتروکین للنسائی ۹۵، المجروحین ج۱ ص ۲۸۱، ۲۸۲، تاریخ بغداد ج۳ ص ۱۶۳۔۱۶۴، المیزان ج۴ ص ۴۳، التقریب ص ۳۱۵۔

۱۲۶۔ طبرانی نے اپنی "کتاب الدعاء" میں روایت کرتے ہوئے کہا:

ہم سے یحیی بن محمد الحنائی نے ان سے المعلی بن حرمی نے محمد بن المھاجر بصری دمشقی سے، ان سے عبداللہ بن التوم الرقاشی نے بیان کیا:

سلیمان بن عبدالملک نے ایک آدمی کو خوفزدہ کیا اور اس کو قتل کرنے کے لئے اس کی تلاش شروع کی وہ آدمی بھاگ نکلا، سلیمان بن عبدالملک کے آدمی اس کے ہر ٹھکانے پر تلاش کرتے رہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی، وہ آدمی جب کسی شہر میں آتا تو اس سے کہا جاتا تمہاری تلاش اس شہر میں بھی کی جا چکی ہے، جب اس کے لئے معاملہ دراز ہوگیا تو اس نے ارادہ کیا کہ اس شہر میں چلا جائے جہاں سلیمان بن عبدالملک کی حکومت نہ ہو، پھر ایک طویل قصہ کا ذکر ہے اس میں ہے کہ وہ ایک بار ایک صحراء میں تھا وہاں نہ تو کوئی درخت تھا اور نہ ہی کوئی چشمہ، کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہے ہیں کہتے ہیں کہ میں ان سے ڈرا پھر اپنے دل میں سوچا اور کہا اللہ کی قسم میرے پاس اونٹ ہے نہ سواری ہے، کہتے ہیں میں اس کے پاس گیا اس نے رکوع وسجدہ کیا، پھر میری جانب متوجہ ہوا اور کہا معلوم ہوتا ہے اس سرکش نے تم کو پریشان کر رکھا ہے، میں نے کہا جی ہاں، کہا تم کو سات کلمات سے کس چیز نے روک رکھا ہے میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے یہ سات کلمات کیا ہیں کہا کہو سبحان الواحد الذی لیس غیرہ الله سبحان القدیم الذی لا بارئ لہ سبحان الدائم الذی لا نفاذ له، سبحان الذی ھو کل یوم فی شان، سبحان الذی یحیي و یمیت، سبحان الذی خلق ما یری وما لا یری، سبحان الذی علم کل شیء بغیر تعلیم۔

(پاک ہے وہ اکیلا ذات جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سبحان ہے وہ قدیم جس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں، پاک ہے وہ دائم جس کے لئے کوئی حکم نافذ کرنے والا نہیں،

پاک ہے وہ ذات جس کی روزانہ ایک شان ہے، پاک ہے وہ ذات جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے جو دیکھی جاتی ہیں اور ان چیزون کو جو دیکھی نہیں جاتی ہیں پاک ہے وہ ذات جس کو بغیر تعلیم ہر چیز معلوم ہے)۔

پھر کہا تم اس کو کہو میں نے کہا اور اس کو یاد کرلیا، میں نے نظر اٹھائی تو وہ آدمی وہاں موجود نہیں تھا اور اللہ نے میرے دل میں سکون، اطمینان اور امن ڈال دیا اور میں گھر کے لئے روانہ ہوگیا، میں نے کہا کہ میں سلیمان بن عبد الملک کے دروازے پر ضرور جاؤں گا، میں اس کے دروازے پر آیا تو وہ اس کی عام اجازت کا دن تھا وہ لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دے رہا تھا اور وہ اپنے بستر پر تھا، جیسے ہی مجھے دیکھا اپنے بستر پر سیدھے ہوکر بیٹھ گیا، پھر مجھے اشارہ کیا اور مجھے قریب کرنے لگا یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ بستر پر بیٹھ گیا، پھر کہا تو نے مجھ پر جادو کر دیا ہے یا جیسا کہ مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہے تم جادوگر ہو، میں نے کہا اے امیر المؤمنین! نہ تو میں جادوگر ہوں اور نہ ہی جادو کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں نے آپ پر جادو کیا ہے، کہا پھر کیا معاملہ ہے میرا خیال تھا کہ تمہیں قتل کئے بغیر میرا ملک مکمل ہی نہیں ہوگا، لیکن جب میں تم نے کو دیکھا تو اپنے خیال پر قائم نہ رہ سکا یہاں تک کہ تم کو بلالیا اور اپنے ساتھ اپنے بستر پر بٹھالیا، پھر کہا اپنا واقعہ سچ سچ بتاؤ میں نے پورا واقعہ بیان کر دیا، کہتے ہیں کہ سلیمن کہنے لگا قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، یہ خضر ہیں جنہوں نے تمہیں سکھایا ہے۔ سلیمان نے اپنے آدمیوں سے کہا ان کے لئے امان لکھ دو اور ان کو عمدہ انعام دو اور ان کے گھر تک پہونچا دو۔(۱)

۱۲۷۔ ابونعیم نے "الحلیة" میں رجاء بن حیوۃ کے ترجمہ میں "تاریخ السراج" سے نقل کیا ہے پھر محمد بن ذکوان عن رجاء بن حیوۃ کے واسطے سے نقل کیا ہے:

(۱) الاصابة ج۲ص ۳۲۵۔۳۲۶، تنبیہ: اس کی سند میں موجود محمد بن مہاجر بصری طلقانی کذاب ہے۔

کہتے ہیں کہ میں سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ کھڑا تھا اور اس کے نزدیک میرا ایک مرتبہ و وقار تھا کہ ایک آدمی اچھی شکل وصورت کا آیا اور سلام کر کے کہا، اے رجاء! تم اس آدمی کی وجہ سے آزمائے گئے ہو اور اس کی قربت میں اے رجاء حق سے انحراف ہے۔ اے رجاء تم بھلائی اور کمزور کی مدد کو لازم پکڑو اور اے رجاء! سن لو بادشاہ کے یہاں جس آدمی کی پہونچ ہو اور وہ کسی ایسے کمزور انسان کی ضرورت بادشاہ کے سامنے پیش کر دے جس کو پیش کرنے کی اس میں طاقت نہیں ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ حساب کے وقت اس کے دونوں قدم ثابت ہوں گے اور اے رجاء! جان لو کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اللہ تعالی اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور اے رجاء! جان لو اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ وہ خوشی ہے جو تم کسی مسلمان کو پہونچاؤ پھر وہ آدمی نظر نہیں آیا خیال یہ ہے کہ یہ خضر ہیں۔(۱)

۱۲۸۔زبیر بن بکار نے "الموقفیات" میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں:

مجھے سری بن حارث انصاری نے جو حارث بن صمہ کی اولاد میں سے ہے مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہوئے خبر دی ہے جو دن و رات میں ہزار رکعتیں نماز پڑھتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، کہتے ہیں ایک رات میں نے مسجد میں گزاری جب لوگ چلے گئے تو ایک آدمی نبی ﷺ کی گھر کی جانب آیا سلام کیا اور دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گیا، پھر کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں کل روزے سے تھا شام ہوگئی لیکن میں نے افطار نہیں کیا اور آج کا دن روزے سے ہوں شام ہوگئی ہے لیکن میں نے ابھی

(۱) الحلیۃ ج ۵ ص ۱۷۱ اس قصہ کی ایک سند میں سالم بن نوح ہیں ان کے بارے میں محدثین نے جرح کی ہے، نسائی نے لیس بالقوی کہا ہے ابن معین نے لیس بشئ ابوحاتم نے لا یحتج بہ ابن حجر نے صدوق لہ أوھام اور ابن عدی نے عندہ غرائب و احادیث مختلقہ کہا ہے، دیکھئے الضعفاء والمتروکین ص ۴۶، المیزان ج ۲ ص ۱۱۳، التقریب ۱۵ / ۲۴

افطار نہیں کیا ہے، شام کے وقت میں ثرید کھانا چاہتا ہوں تو اپنے پاس سے مجھے ثرید کھلا دے۔ کہتے ہیں کہ میں نے منارہ کے روشن دان کے اندر ایک خادم کو دیکھا جو انسانوں کی طرح نہیں تھا اس کے ساتھ ایک پیالہ تھا وہ پیالہ اس آدمی کی جانب لے کر بڑھا اور اس کے سامنے رکھ دیا اور وہ آدمی کھانے لگا اس نے مجھے کنکری ماری اور کہا کہ آؤ، میں آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ جنت کا کھانا ہے میں نے چاہا کہ اسے کھاؤں اور اس میں سے ایک لقمہ کھایا وہ کھانا دنیاوی کھانے کی طرح نہیں تھا، پھر مجھے شرم آئی میں اٹھا اور اپنی جگہ لوٹ آیا، جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو خادم نے پیالہ اٹھایا اور جدھر سے آیا تھا اسی طرف لوٹ گیا، پھر وہ آدمی جانے کے لئے اٹھا، میں اس کے پیچھے گیا تا کہ اسے پہچان سکوں لیکن وہ غائب ہو گیا اور میں نہیں جان سکا کہ کہاں چلا گیا میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ خضر ہیں۔(۱)

۱۲۹۔ابن عساکر نے ابراہیم بن عبداللہ بن مغیرہ عن عبداللہ کے طریق سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے ابا نے بیان کیا ہے کہ: مسجد کے منتظمین نے ولید بن عبدالملک سے کہا: خضر ہر رات مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔(۲)

۱۳۰۔اسحاق بن ابراہیم الختلی نے اپنی "کتاب الرماح" میں کہا ہے، ہم سے عثمان بن

---

(۱) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۲۶، ۳۲۷، تنبیہ: ان کے اس آدمی کو خضر گمان کر لینے پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۲) تہذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۴۶، البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۳۳۳ نقلا عن ابن عساکر، ان کتابوں میں ہے: ولید بن عبدالملک بن مروان بانی جامع دمشق نے چاہا کہ ایک رات میں مسجد میں عبادت کرے، اس نے مسجد کے نگراں سے کہا کہ مسجد کو ان کے لئے خالی کر دیں۔ ان لوگوں نے حکم پر عمل کیا جب رات ہوئی تو وہ باب الساعات سے آیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک آدمی اس کے اور باب الخضر کے درمیان جو مقصورہ کے قریب ہے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے، اس نے نگراں سے کہا کیا میں نے تم لوگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ مسجد کو خالی کر دو ان لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! یہ خضر ہیں یہ روزانہ آتے ہیں اور یہاں نماز پڑھتے ہیں۔

مہذب کہتے ہیں اس قصہ میں خضر کے اب تک زندہ رہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ مسجد کا نگراں اس کے اندر سو یا رہا ہو گا اور اس نے ولید کے سامنے جھوٹ بول دیا تا کہ ان کی گرفت نہ ہو سکے تہذیب تاریخ دمشق ۱۴۶/۵

سعید الانماطی نے بیان کیا ان سے علی بن الہیثم المصیصی نے عبد الحمید بن بحر عن سلام الطّویل سے روایت کرتے ہوئے، ان سے داؤد بن یحیی مولی عون الطفاوی نے اس آدمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا جو بیت المقدس اور عسقلان میں مرابط تھا اس نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے:

میں وادی اردن میں جا رہا تھا میں نے وادی کے کنارے ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک بدلی اسے دھوپ سے سایہ کئے ہوئے تھی، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ الیاس نبی ہیں۔(۱)

میں ان کے پاس آیا اور سلام کیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے سلام کا جواب دیا میں نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے دو مرتبہ اپنی اسی بات کو دہرایا تو کہا میں الیاس نبی ہوں۔ یہ سن کر مجھ پر سخت ہیبت طاری ہوگئی میں ڈرا کہ میری عقل گم نہ ہو جائے میں نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اگر مناسب ہو تو آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ میری وہ کیفیت دور کر دے جو میں پاتا ہوں تا کہ میں آپ کی بات سمجھ سکوں۔ چنانچہ انہوں نے میرے لئے آٹھ دعائیں کیں یا بر! یا رحیم! یا حی! یا قیوم! یا حنان! یا منان! ایا هیا! شراهیا! (۲) اس دعا کے بعد میری حالت درست ہوگئی میں نے کہا آپ کو کس جانب بھیجا گیا ہے انہوں نے کہا بعلبک (۳) والوں کی جانب، میں نے کہا ابھی آپ پر وحی آتی ہے؟ کہا: کہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد وحی نہیں آتی ہے میں نے پوچھا کہ کتنے انبیاء زندہ ہیں تو

(۱) جن آثار و اخبار میں یہ وارد ہوا ہے کہ الیاس نبی زندہ ہیں وہ سب غلط اور جھوٹی ہیں۔

(۲) غالباً آخری دونوں کلمات سریانی ہیں۔

(۳) بعلبک ایک شہر کا نام ہے اس کے اور دمشق کے درمیان تین دن کی مسافت ہے اس میں آثار و عجائبات کی کثرت ہے اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے ایسے محلات ہیں جن کی نظیر دنیا میں نہیں ہے

کہا کہ چار ہیں، میں اور خضر زمین پر ہیں اور ادریس وعیسیٰ آسمان پر ہیں۔(۱) میں نے کہا کیا آپ اور خضر کی ملاقات ہوتی ہے؟ کہا ہاں ہر سال عرفات میں ملاقات ہوتی ہے۔ میں نے کہا آپ دونوں کی کیا بات ہوتی ہے کہا وہ میری معلومات (شعر لے لیتے ہیں اور میں ان کے لے لیتا ہوں، میں نے کہا ابدال کتنے ہیں کہا ساٹھ آدمی، پچاس عریش مصر (یہ شام کی جانب بحر روم کے ساحل پر مصر کا پہلا علاقہ ہے۔ یہ علاقہ انگریزوں کے ہاتھوں ویران ہوا اور اب صرف اس کے آثار باقی ہیں) سے فرات کے کنارے تک ہیں دو آدمی مصیصہ میں ہیں اور ایک آدمی انطاکیہ میں ہے۔(۲) اور سات آدمی دیگر شہروں میں ہیں، انہیں کی بدولت بارش ہوتی ہے اور انہیں سے دشمنوں کے مقابلے میں مدد حاصل ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے اللہ دنیا کے امور کو درست کرتا ہے جب وہ دنیا کو ختم کرنے کا ارادہ کرے گا تو ان تمام کو موت دے دے گا۔

اس کی سند میں جہالت ہے اور متروکین ہیں۔(۳)

---

(۱) اسی طرح کی ایک روایت پہلے گزر چکی ہے اور وہاں یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، دیکھئے فقرہ ۳۴

(۲) مصیصہ اور انطاکیہ شہروں کے نام ہیں، مصیصہ، انطاکیہ و بلاد روم کے درمیان جیحان کے کنارے آباد ہے اور انطاکیہ شام میں ہے

(۳) اس قصہ کے رواۃ کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، عبدالحمید متروک ہیں، یہ حدیثیں چرایا کرتے تھے ان سے احتجاج درست نہیں ہے دیکھئے المجروحین ج ۲ ص ۱۴۲، المیزان ج ۲ ص ۵۳۸، سلام الطویل بھی متروک ہیں ان کے بارے میں ابن معین کہتے ہیں ضعیف لا یکتب حدیثہ، احمد متروک الحدیث، نسائی متروک اور یحییٰ لیس بشیء کہتے ہیں، امام بخاری نے ترکوہ کہا ہے، ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتے تھے، ملاحظہ ہو الضعفاء الصغیر ۴۵۵، الضعفاء للنسائی ۴۴۷، المجروحین ج ۱ ص ۳۳۹، المیزان ج ۲ ص ۱۷۵ علی بن عثیم المصیصی اور داؤد بن یحییٰ غیر معروف ہیں اور صاحب حکایت ایک مجہول الحال آدمی ہے، اور اس طرح کی روایات نا قابل اعتبار ہوتی ہیں)

۱۳۱۔ابوالحسین المنادی نے جزء مذکور میں کہا ہے۔(۱)

مجھ سے احمد بن ملاعب نے ان سے یحیی بن سعید نے بیان کیا ہے کہ مجھے ابو جعفر کوفی نے بتایا کہ مجھ سے ابوعمر النصیبی نے بیان کیا، کہا:

میں ملک شام میں مسلمہ بن مصقلہ کی تلاش میں نکلا جنہیں ابدال میں شمار کیا جاتا ہے، ان سے وادی اردن میں میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے کہا کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جسے آج میں نے اس وادی میں دیکھا ہے، میں نے کہا ضرور! کہا: آج جب میں اس وادی میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک شیخ ایک درخت کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں، میرے دل میں آیا کہ یہ الیاس نبی ہیں میں ان کے قریب گیا اوران سے سلام کیا، وہ رکوع میں چلے گئے اور جب بیٹھے تو دائیں اور بائیں سلام پھیرا، پھر میری جانب متوجہ ہوئے اور کہا علیک السلام میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ کون ہیں کہا میں الیاس نبی ہوں (یہ سن کر) میرے اوپر کپکپی طاری ہوگئی اور میں گدی کے بل گرگیا۔ کہتے ہیں کہ وہ میرے قریب آئے اوراپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے کندھے کے درمیان محسوس کیا، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ میرے لئے دعا کریں کہ میری وہ کیفیت جو میں پاتا ہوں ختم ہوجائے تاکہ آپ کی باتیں سمجھ سکوں، چنانچہ انہوں نے ۸ اسماء کے واسطے سے دعا کیا پانچ عربی زبان کے اورتین سریانی زبان کے، یا واحد یا احد یا فرد یا وتر اورتین دوسرے اسماء کے ساتھ دعا کیا جس کو میں سمجھ نہیں سکا،، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بیٹھایا تو میری وہ کیفیت جو میں محسوس کرتا تھا ختم ہوگئی، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ اس آدمی کو دیکھ نہیں رہے ہیں جو یہ کررہا ہے یعنی مروان بن محمد

(۱) جزء مذکور سے مراد ابوالحسین بن المنادی کی وہ کتاب ہی جسے انہوں نے حالات خضر میں تصنیف کیا ہے اور اس پر ہر مؤلف نے اعتماد کیا ہے۔

اور وہ ان دنوں حمص کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، مجھ سے کہا تمہیں اس سے کیا سروکار ہے وہ ظالم اور سرکش ہے۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی! میں اس کے پاس گیا لیکن اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا، میں دونوں فریق کے پاس گیا لیکن دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی جانب بھی میرا میلان نہیں ہوا، اور میں اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں، کہتے ہیں کہ یہ سن کر میری جانب متوجہ ہوئے پھر کہا تم نے اچھا کیا ھکذا فقل ثم لا تعد میں نے کہا اے اللہ کے نبی! اس وقت روئے زمین پر کوئی ابدال میں سے ہے کہا ہاں ساٹھ آدمی ہیں۔ ۵۰ آدمی عریش سے فرات کے درمیان ہیں، ۳۰ مصیصہ میں، ایک انطاکیہ میں اور باقی تمام امصار عرب میں ہیں، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! کبھی آپ کی اور خضر کی ملاقات ہوتی ہے، کہا ہاں، ہر موسم حج میں منی میں، میں نے کہا تم دونوں کی بات کیا ہوتی ہے کہا وہ میرے بال کاٹتے ہیں اور میں ان کے بال کاٹتا ہوں، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! میں تنہا آدمی ہوں میرے بچے اور بیوی نہیں ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں اور اجازت دیں تو میں آپ کی صحبت میں رہوں کہا تمہارے اندر اس کی طاقت نہیں ہے یا تم اس پر قدرت نہیں رکھتے ہو، کہا کہ وہ مجھ سے بات ہی کر رہے تھے کہ میں نے دیکھا ایک دسترخوان درخت کی جڑ سے نکلا اور ان کے سامنے رکھ دیا گیا، کس نے رکھا میں اسے دیکھ نہ سکا، اس میں تین چپاتیاں تھیں، انہوں نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور مجھ سے کہا کھاؤ اور بسم اللہ کرو اور اپنے سامنے سے کھاؤ، میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور دونوں نے ڈیڑھ ڈیڑھ چپاتی تناول کیا، پھر وہ دسترخوان اٹھالیا گیا اور میں نے کسی کو اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر ایک برتن لایا گیا جس میں مشروب تھا وہ آپ کے سامنے رکھ دیا گیا اور میں نے کسی رکھنے والے کو نہیں دیکھا، انہوں نے اسے پیا پھر مجھے دیا اور کہا پیو میں نے پیا تو شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے برتن کو رکھ دیا اور برتن اٹھالیا گیا کس نے اٹھایا میں نے

کسی کو نہیں دیکھا۔

پھر انہوں نے وادی کے نشیب کی جانب دیکھا، دیکھتے ہی ایک جانور آ گیا، جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اور اس پر زین تھا جب ان کے پاس پہونچا تو اترے اور کھڑے ہوئے کہ اس پر سوار ہو جائیں اور میں گھوم کر پہونچا کہ اس جانور کی رکاب پکڑ لوں ، وہ سوار ہوئے پھر چلے، میں بھی ان کے بازو میں چلا اور میں کہہ رہا تھا اے اللہ کے نبی! اگر مناسب ہو اور آپ اجازت دیں تو میں آپ کی مصاحبت اختیار کر لوں اور آپ کے ساتھ ہو جاؤں، کہا میں کہہ نہیں چکا کہ تمہارے اندر اس کی طاقت نہیں ہے، میں نے کہا آپ سے ملاقات کی صورت کیا ہوگی، کہا جب میں تم کو دیکھوں گا تو تم مجھے بھی دیکھو گے، میں نے کہا کب، کہا امید ہے کہ تم مجھ سے رمضان میں مل سکو گے جب کہ میں بیت المقدس میں معتکف ہوں گا، ان کے سامنے ایک درخت آ گیا انہوں نے اس کے ایک جانب کا راستہ اختیار کیا میں دوسری جانب سے گھوم کر سامنے آیا تو میں نے کچھ نہیں دیکھا۔(۱)

ابن الجوزی کہتے ہیں: مسلمہ اور ان سے روایت کرنے والا راوی اور ابو جعفر کوفی غیر معروف ہیں۔(۲)

۱۳۲۔ داؤد بن مہران سے مروی ہے کہ مجھ سے ایک شیخ نے حبیب بن المعلم ابو محمد بصری سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا اور اس سے کہا تم کون ہو تو اس نے کہا میں خضر ہوں۔(۳)

---

(۱) تہذیب تاریخ ابن عساکر ۱۰۲/۳

(۲) الاصابۃ ۳۲۷/۲ ابو جعفر کوفی سے روایت کرنے والا یحییٰ بن سعید السعیدی بھی متکلم فیہ ہے، ابن حبان کہتے ہیں یہ آدمی مقلوبات اور ملزقات روایت کرتا ہے اس سے احتجاج درست نہیں ہے

الاصابۃ ۳۲۹/۲۔ اس روایت میں حبیب سے روایت کرنے والا مجہول ہے، علاوہ ازیں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ خضر موسیٰ تھے، ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی سے ملے ہوں جس کا نام خضر رہا ہو اور یہ سمجھے ہوں کہ یہ وہی خضر ہیں جو مشہور ہیں

۱۳۳۔ محمد بن عمران سے مروی ہے وہ جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے ساتھ تھے ان کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے چند مسائل دریافت کیا۔ کہتے ہیں کہ مجھے حکم دیا کہ میں اس آدمی کو واپس بلاؤں تو میں نے اس کو نہیں پایا، کہا یہ خضر تھے۔(۱)

۱۳۴۔ ابو جعفر منصور سے مروی ہے انہوں نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ طواف میں کہہ رہا ہے أشكو إليك ظهور البغي والفساد میں تجھ سے ظلم وفساد کے ظاہر ہونے کی شکایت کر رہا ہوں، انہوں نے اسے بلایا اور نصیحت کی اور نصیحت میں مبالغہ کیا پھر وہ آدمی جب وہاں سے چلا گیا تو کہا اس کو بلاؤ جب لوگوں نے اس کو نہیں پایا تو کہا یہ خضر تھے۔(۲)

۱۳۵۔ ابن عساکر نے عمر بن فروخ، عن عبدالرحمن بن حبيب، عن سعيد بن سعيد، عن أبي طيبة، عن كرز بن وبره کے طریق سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں:

میرا ایک بھائی شام سے میرے پاس آیا اس نے مجھ کو ایک ہدیہ دیا میں نے کہا تم کو کس نے یہ ہدیہ کیا ہے، کہا ابراہیم تیمی نے، میں نے کہا ابراہیم تیمی کو کس نے یہ ہدیہ کیا ہے، کہا میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا میں خضر ہوں اور مجھے تسبیحات و دعائیں سکھائیں۔(۳)

۱۳۶۔ ابو الحسین المنادی نے مسلمہ بن عبدالملک عن عمر بن عبدالعزیز کے طریق سے ذکر

---

(۱) الاصابۃ ۳۲۹/۲۔ اس کے بارے میں بحث فقرہ ۹۲ میں گزر چکی ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی سند مجہول ہے دیکھیں فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۵۔۴۳۶

(۲) الاصابۃ مع الاستیعاب ۴۹۹/۱ میں کہتا ہوں تلاش کرنے پر نہ پانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ خضر تھے۔

(۳) تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۵۷، الاصابۃ ۳۲۹/۲، فتح الباری ۴۳۵/۶ فتح الباری میں اتنا اضافہ ہے انہوں نے ان کو ایک چیز سکھائی کہ جب وہ اسے کریں گے تو نبی ﷺ کو خواب میں دیکھیں گے اس کی سند میں ایک راوی مجہول وضعیف ہے۔

کیا ہے کہ انہوں نے خضر سے ملاقات کی ہے۔(۱)

۱۳۷۔ابوبکر دینوری کے مجالسۃ میں ابراھیم بن خالد عن عمر بن عبدالعزیز کے طریق سے ہے کہتے ہیں: میں نے خضر کو دیکھا وہ تیز رفتاری سے چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے نفس! صبر کر ان ایام پر جو گزر گئے اس ہمیشگی کے ایام کے لئے، اور قلیل ایام پر صبر کر اس طویل ایام کے لئے۔(۲)

۱۳۸۔اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں کہا ہے: ہم سے محمد بن عبدالعزیز الرملی نے بیان کیا ہے کہتے ہیں ہم سے ضمرہ ابن ربیعہ نے سری بن یحیی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا انہوں نے ریاح بن عبیدہ سے روایت کیا کہتے ہیں:

میں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے چل رہا تھا، میں نے اپنے دل میں کہا یہ آدمی بداخلاق اور اجڈ ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اے ابوحفص! آپ کے ساتھ ابھی آپ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے کون تھا؟ انہوں نے کہا اے ریاح! کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں، کہا میں تمہیں نیک آدمی خیال کرتا ہوں یہ میرے بھائی خضر تھے، مجھے بشارت دی ہے کہ میں اس امت کا خیر خواہ اور سب سے عادل ہوں۔(۳)

میں کہتا ہوں یہ ان سندوں میں سب سے عمدہ ہے جن پر میں اس سلسلے میں

---

(۱)الموضوعات لابن الجوزی ج۱ ص ۱۹۹ ابوالحسن بن المنادی کا قول ہے کہ مسلمہ کی حدیث لاشئ کی طرح ہے۔

(۲)الاصابۃ ۳۳۰/۲

(۳)المعرفة والتاريخ للبسوى ج۱ ص ۵۷۷ ، الميزان للذهبى ج۲ ص ۱۱۸ ۔ التذكره للذهبى ۱۱۹/۱، حلية الاولياء ۲۵۴/۵ الموضوعات لابن الجوزى ۱۹۹/۱ ، البداية والنهاية ۳۴۴/۱، سيرة عمر بن عبدالعزيز لابن عبدالحكيم ۳۲۔۳۳

واقف ہوا ہوں۔(۱)

۱۳۹۔اس روایت کو ابو عروبۃ الحرانی (۲) نے اپنی تاریخ میں ایوب بن محمد الوزان سے بھی نقل کیا ہے۔

۱۴۰۔اسے ابونعیم نے "الحلیة" میں ابن المقری عن أبی عروبة کے واسطے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

۱۴۱۔اور ہم نے حافظ ابی عبداللہ محمد بن مسلم بن وارہ الرازی کے فوائد جزء اول (۳) میں ذکر کیا ہے مجھ سے لیث بن خالد ابوبکر وعمر جو ثقہ تھے بیان کیا اور ان سے میّب ابو یحیی نے بیان کیا جو مقاتل بن حیان کے اصحاب میں سے ہیں۔ کہتے ہیں میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہونچا تو وہاں ایک آدمی یا شیخ تھے جو ان سے بات کر رہے تھے یا کہا کہ ان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں پھر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے ایک آدمی کو دیکھا تھا کہ وہ آپ سے بات کر رہا ہے کہا: کیا تم نے اس کو

---

(۱) الاصابۃ ۲/۳۳۰، الفتح ۶/۴۳۵ وقال لا باس برجاله۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں الرملی مجروح عند العلماء وقد قدح ابوالحسین بن المنادی فی ضمرة والسری والریاح وقال: حدیث ریاح کالریح واورد من طریق آخر عن عمر بن عبدالعزیز أنه اجتمع بالخضر وضعفها کلها، الموضوعات ۱/۱۹۹، البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۴۴۔

(۲) یہ حسین بن محمد بن مودود بن حماد السلمی ہیں محدث حران اور صاحب التاریخ سے مشہور ہیں۔ حدیث، فقہ اور علم کلام کی اچھی معلومات رکھنے والے تھے، بعض لوگوں نے انہیں تشیع کی جانب مائل بھی بتایا ہے، دیکھئے التذکرۃ ۲/۷۷۴۔

(۳) یہ ابو عبداللہ محمد بن سلم بن عثمان بن وارۃ الرازی ہیں، ان سے نسائی نے روایت کیا ہے نسائی اور بخاری نے بھی اپنی صحیح کے علاوہ میں ان سے روایت کیا ہے۔ طحاوی کہتے ہیں تین آدمی رے میں ایسے گزرے ہیں جن کے ہم پلہ اس وقت روئے زمین پر کوئی نہ تھا، ابو حاتم، ابوزرعہ اور ابن وارۃ ملاحظہ ہو التذکرۃ ۲/۵۷۵ اور تقریب ۳۱۸ ع ۳

دیکھا ہے میں نے کہا ہاں کہا وہ میرے بھائی خضر تھے وہ میرے پاس آتے ہیں میری رہنمائی کرتے ہیں اور اچھے مشورہ سے نوازتے ہیں۔(۱)

۱۴۲۔ ابوعبدالرحمٰن السلمی (۲) اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں: میں نے محمد بن عبداللہ الرازی سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے بلال خواص سے سنا وہ کہتے تھے میں بنی اسرائیل کی تیہ (وہ جگہ جہاں موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل بھٹک گئے تھے یہ ایلہ و نصر اور بحر قلزم سرزمین شام کے جبال سراۃ کے درمیان ہے) میں تھا اچانک دیکھا کہ ایک آدمی میرے ساتھ چل رہا ہے میں تعجب میں پڑ گیا، پھر میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ خضر ہو سکتے ہیں، میں نے کہا آپ کون ہیں کہا میں آپ کا بھائی خضر ہوں، میں نے کہا شافعی کے بارے میں کیا رائے ہے، کہا وہ ابدال میں سے ہیں میں نے کہا احمد بن حنبل، کہا سچے ہیں، میں نے کہا بشر بن حارث (۳) کہا ان کی طرح ان کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوا، میں نے کہا کس وسیلہ سے میں نے آپ کو دیکھا: کہا، اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے۔(۴)

۱۴۳۔ ابونعیم نے "حلية الاولياء" میں لکھا ہے: ہم سے ظفر بن احمد نے بیان کیا کہتے ہیں ہم سے عبداللہ بن ابراہیم الحریری نے بیان کیا کہا کہ ابوجعفر محمد بن صالح بن ذریح کہتے ہیں کہ بلال خواص نے کہا:

---

(۱) الاصابۃ ۲/۳۳۰

(۲) یہ محمد بن حسین بن موسیٰ ابوعبدالرحمٰن السلمی خراسان کے شیخ الصوفیہ و عالم ہیں۔ لوگوں نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں، خطیب کہتے ہیں وہ غیر ثقہ ہیں، صوفیاء کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے سلمی وضع کے ساتھ ساتھ متہم بالکذب ہیں ذہبی کہتے ہیں: ألف حقائق التفسير فأتى فيه بمصائب وتاويلات الباطنية نسأل الله العافية۔ ملاحظہ ہو۔ تاریخ بغداد ۲/۲۴۸، التذكرة ۳/۱۰۴۶، الميزان ۳/۵۲۳۔

(۳) یہ حافی شیخ عراق ہیں جو اپنی ثقاہت و زہد میں مشہور تھے ان کا انتقال ۲۲۷ میں ہوا ہے۔

(۴) الاصابۃ ۲/۳۳۰

میں نے خضر کو خواب میں دیکھا ان سے کہا آپ کی بشر کے بارے میں کیا رائے ہے کہا ان جیسا ان کے بعد کوئی پیدا ہی نہیں ہوا، میں نے کہا احمد کے بارے میں کیا رائے ہے، کہا وہ صدیق ہیں۔ میں نے کہا ابوثور کے بارے میں کیا رائے ہے، کہا وہ طالب حق آدمی ہیں، میں نے کہا کس وسیلہ سے میں نے آپ کو دیکھا ہے کہا اپنی ماں کے ساتھ نیک برتاؤ کی وجہ سے۔(۱)

۱۴۴۔ابوالحسن بن جہضم (۲) کہتے ہیں: ہم سے محمد بن داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے محمد بن صلت نے بشر بن حارث حافی سے بیان کیا کہتے ہیں:

میرا ایک حجرہ تھا جب میں اس حجرہ سے نکلتا تھا تو اسے بند کر دیتا تھا۔ چابی میرے پاس رہتی تھی۔ ایک دن جب میں آیا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، میں گھبرا گیا۔ اس آدمی نے کہا اے بشر! گھبراؤ نہیں، میں آپ کا بھائی ابوالعباس خضر ہوں۔ بشر کہتے ہیں میں نے اس سے کہا مجھے کچھ سکھاؤ انہوں نے کہا کہو استغفر الله من كل ذنب تبت منه، ثم عدت إليه، وأساله التوبة واستغفر الله من كل عقد عقدته على نفسي ففسخته ولم أف به۔ (۳)

۱۴۵۔عبدالمغیث (۴) نے ابن عمرؓ کی حدیث میں سے یہ حدیث ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ج۹ ص ۱۸۷، الاصابۃ ۲/ ۳۳۱

(۲) یہ معروف بالکذب ہیں

(۳) الاصابۃ ۲/ ۳۳۱ اس روایت کے اندر ابن جہضم ہیں اور وہ کذاب ہیں۔

(۴) یہ ضیاء الدین ابوالعزیز عبدالمغیث بغدادی ہیں محدث خابری لغوی ہیں ان کی تصانیف میں سے ایک تصنیف کا نام ہے الانتصار لمسند الامام احمد ہے اور دوسری کتاب کا نام کتاب فی فضائل یزید بن معاویة ہے ملاحظہ ہو: الکامل لابن الاثیر ۱۱/ ۲۱۳، البدایة ۱۲/ ۳۲۸ ایضاح المکنون ۲/ ۲۷٤، ٤۲۷۔

ﷺ نے فرمایا:

تمہیں اس سے کون سی چیز مانع ہے کہ اپنے گناہوں کو میرے بھائی خضر کے کلمات سے مٹاؤ پھر انہیں کلمات کو بیان کیا جس کا ذکر بشر کی حکایت میں ہوا۔(۱)

۱۴۶۔ ابونعیم ابوالحسن بن مقسم ابومحمد حریری سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: میں نے ابواسحاق المرستانی سے سنا وہ کہتے تھے: میں نے خضر کو دیکھا انہوں نے مجھے دس کلمات سکھائے اور اسے اپنے ہاتھ سے شمار کیا۔

اللّٰهم إنى أسألك الإقبال عليك، والإصغاء إليك، والفهم عنك، والبصيرة فى أمرك، والنفاذ فى طاعتك، والمواظبة على إرادتك، والمبادرة إلى خدمتك، و حسن الأدب فى معاملتك، والتسليم والتفويض إليك (۲)

۱۴۷۔ ابوالحسن بن جہضم کا بیان ہے کہتے ہیں: ہم سے خلدی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابن مسروق نے اور ان سے ابوعمران الخیاط نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے خضر نے کہا میرا خیال ہے کہ اللہ کے جتنے ولی ہیں میں سب کو پہچانتا ہوں، چنانچہ میں ملک یمن کے شہر صنعاء میں تھا اور لوگ عبدالرزاق کے اردگرد بیٹھے حدیث سن رہے تھے اور ایک جوان مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ لوگ عبدالرزاق سے سن رہے ہیں اس نے کہا کس سے؟ میں نے کہا عن فلان عن فلان عن النبی ﷺ اس نے کہا ان لوگوں نے اللہ سے کیوں نہیں سنا؟ میں نے کہا کیا

---

(۱) الاصابۃ ۲/۳۲۱ یہاں کلمات خضر کو حدیث مرفوع بنا دیا گیا ہے اور فقرہ ۱۴۴ میں ہے کہ یہ وہ کلمات ہیں جو خضر نے حافی کو سکھایا تھا اس سے مفتری کا کذب واضح ہو جاتا ہے۔

(۲) تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۵۶، ۱۵۷، اور کہا ہے: اس کی سند میں ابن مقسم ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ غیر ثقہ ہے، ابن الجوزی کہتے ہیں اس کے اندر دو احتمال ہے ایک یہ کہ اس نے خضر کو خواب میں دیکھا ہے، دوسرے یہ کہ اس نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا ہے جس کا نام خضر تھا۔ الاصابۃ ۲/۳۳۱۔

آپ اللہ سے سنتے ہیں کہا: ہاں، میں نے کہا آپ کون ہیں؟ کہا میں خضر ہوں۔ کہا اب مجھے معلوم ہوا کہ اللہ کے بہت سے اولیاء ایسے ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں۔

اور ابن جہضم کذب کے ساتھ معروف ہیں (۱)

۱۴۸۔ حسن بن غالب سے روایت ہے کہتے ہیں:

میں نے حج کیا لوگ مجھ سے آگے چلے گئے اور میرا ان کا ساتھ چھوٹ گیا، مجھ سے ایک جوان ملا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ان کے پاس پہونچا دیا۔ جب میں گھر آیا تو گھر والوں نے کہا ہم نے سنا تھا کہ تم ہلاک ہو گئے، ہم ابوالحسن قزوینی کے پاس گئے اور ان سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اللہ سے ان کے لئے دعا کیجئے، انہوں نے کہا وہ ہلاک نہیں ہوئے ہیں اور اس نے خضر کو دیکھا ہے۔ جب میں آیا تو ان کے پاس گیا، مجھ سے کہا کہ تمہارے صاحب نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ حسن بن غالب نے کہا میں مسجد میں تھا میرے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کل تمہارے پاس ایک ہدیہ آئے گا اسے قبول نہ کرو اور اس کے چند ایام کے بعد ایک ہدیہ آئے گا اسے قبول کرلو اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ابوالحسن قزوینی نے میرے بارے میں کہا ہے کہ اس نے خضر کو دوبار دیکھا ہے۔

ابن الجوزی کا قول ہے کہ حسن بن غالب لوگوں کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ (۲)

۱۴۹۔ ابن عساکر نے ابوزرعہ رازی (۳) کے ترجمہ میں بسند صحیح نقل کیا ہے کہ جب وہ جوان تھے تو ان سے ایک آدمی ملا جو مہندی لگائے ہوئے تھا۔ اس نے ان سے کہا تم امراء

---

(۱) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۳۲

(۲) الاصابۃ ۲/۳۳۲

(۳) ابوزرعہ کا پورا نام عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ ہے، امام حافظ ثقہ کے طور پر مشہور ہیں۔ صغانی کہتے ہیں کہ ابوزرعہ ہمارے نزدیک احمد بن حنبل کی طرح ہیں۔ ابوزرعہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے فتوی طلب کیا کہ اس نے طلاق کی قسم کھالی ہے کہ آپ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں تو کہا تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی اسے اپنی زوجیت میں باقی رکھو، التذکرۃ ج ۲ ص ۵۵۷، التقریب ۲۲۶ ع ۱۔

کے دروازے پر مت جانا۔ کہتے ہیں پھر میری ملاقات اس سے ہوئی جب کہ میں بوڑھا ہوگیا تھا اور وہ ویسے ہی جوان تھا، اس نے مجھ سے کہا میں نے تم کو امراء کے دربار میں جانے سے روکا نہیں تھا، کہتے ہیں پھر میں اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ دکھائی نہیں دیا، لگتا تھا کہ زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں چلا گیا، میں سمجھتا ہوں کہ وہ خضر تھے، اس کے بعد نہ تو میں نے کسی امیر سے ملاقات کی نہ اس کے دروازے پر گیا اور نہ ہی اس سے اپنی کوئی حاجت طلب کی۔(۱)

۱۵۰۔ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل میں کہا ہے:

عبداللہ بن عمر نے زہد کے بارے میں ایک کلام ایک ایسے آدمی سے بیان کیا ہے جسے دیکھا تھا پھر وہ غائب ہوگیا اور وہ جان نہ سکے کہ کیسے چلا گیا، چنانچہ وہ اس آدمی کو خضر سمجھتے تھے۔

نعیم بن میسرہ نے صوبہ تحصب کے ایک آدمی سے ان کے بارے میں بیان کیا ہے۔

۱۵۱۔ابراہیم بن ادہم کے حالات میں ہم سے بیان کیا گیا ہے۔

ابراہیم بن بشار ابراہیم کے خادم کہتے ہیں شام میں میں ان کے ساتھ تھا۔ میں نے کہا اے ابواسحاق! مجھے اپنے ابتدائی حالات بتائیے! کہا جوانی میں مجھ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ میں ایک دن نکلا ایک ہرن یا لومڑی کا پیچھا کیا، میں اسے دوڑا رہا تھا کہ کسی ندا دینے والے نے جو مجھے نظر نہیں آرہا تھا ندا دیا اے ابراہیم! کیا تم اسی کے لئے پیدا کئے گئے ہو، کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے، یہ سن کر میں گھبرا گیا اور رک گیا، پھر میں نے پناہ مانگی اور سواری کو ایڑ لگا دیا، اس نے یہ کام کئی بار کیا، پھر مجھے کسی ندا دینے والے نے زین کے اگلے حصہ سے ندا دی، اللہ کی قسم! نہ تو تم اس کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور نہ ہی تمہیں

(۱) الاصابہ ۲/۳۳۲، الفتح ۱/۴۳۵ میں کہتا ہوں کس دلیل سے اس کے خیال میں آیا کہ وہ خضر ہیں۔ کیا خضر کی کوئی علامت ہے جس سے ان کو پہچانا جا سکے۔

اس کا حکم دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں یہ سن کر میں اپنی سواری سے نیچے اتر آیا میں نے اپنے والد کے ایک چرواہے کو پایا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے اون کا ایک جبہ لیا اور اسے پہن لیا، گھوڑا اور جو کچھ میرے پاس تھا اس کے حوالے کیا اور مکہ کی جانب چل پڑا، میں بادیہ میں تھا کہ میں نے دیکھا میں ایک آدمی کے ساتھ چل رہا ہوں، اس کے پاس برتن ہے نہ توشہ، جب شام کا وقت ہوا اور مغرب کی نماز پڑھی تو اس نے زیر لب کچھ کہا جسے میں سمجھ نہیں سکا، پھر دیکھتا ہوں کہ ایک برتن ہے جس میں کھانا ہے اور ایک دوسرے برتن میں پانی ہے۔ میں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور پانی پیا، اسی طرح چند ایام گزرتے رہے، اس نے مجھے اللہ کا اسم اعظم سکھایا پھر لاپتہ ہوگیا اور میں تنہا رہ گیا۔ ایک دن جب کہ میں تنہائی سے بیزار ہوگیا تھا اللہ سے دعا کی، اچانک ایک آدمی آیا میری کمر کو پکڑا اور مجھ سے کہا مانگو تمہارا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ میں اس کی یہ بات سن کر گھبرا گیا اس نے مجھ سے کہا ڈرو نہیں میں تمہارا بھائی خضر ہوں۔ (۱)

۱۵۲۔ عبدالمغیث بن زہیر الحربی حنبلی نے اپنی کتاب میں جسے حالات خضر کے بارے میں لکھا ہے، بیان کیا: احمد بن حنبل سے روایت ہے کہتے ہیں میں بیت المقدس میں تھا وہاں میں نے خضر اور الیاس کو دیکھا ہے۔ (۲)

۱۵۳۔ احمدؒ سے روایت ہے کہتے ہیں، میں سویا ہوا تھا میرے پاس خضر آئے اور کہا احمد سے کہہ دو ساکنین سماء اور ملائکہ تم سے خوش ہیں۔ (۳)

۱۵۴۔ احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے انہوں نے مکہ کا سفر ایک آدمی کی مصاحبت میں کیا کہتے ہیں میرے دل میں آیا کہ یہ خضر ہیں۔ (۴)

---

(۱) طبقات الصوفیۃ للسلمی ۲۹۔ ۳۱، تہذیب تاریخ ابن عساکر ۲/ ۱۷۴۔ ۱۷۵، الاصابۃ ۲/ ۳۲۳، (یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ خضر تھے درست نہیں ہے اس لئے کہ اس پر کسی معصوم کی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بات ماننی واجب ہو۔) (۲) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۳۴

(۳) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۳۴ (۴) الاصابۃ ج ۲ ص ۳۳۴

ابن الجوزی نے اس کی تردید میں کہا ہے کہ عبدالمغیث نے اس سلسلے میں جو جمع کیا ہے وہ احمد سے ثابت نہیں۔(۱)

۱۵۵۔ اور ان کے بارے میں معروف کرخی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے خضر نے بیان کیا، معروف کرخی سے اس طرح کی بات کیوں کر صحیح ہوسکتی ہے۔(۲)

۱۵۶۔ ابوحیان نے اپنی تفسیر میں کہا ہے بہت سے نیک لوگوں نے یہ بات غلط کہی ہے کہ ان میں بعض لوگوں نے خضر کو دیکھا ہے۔

امام ابوالفتح القشیری اپنے ایک شیخ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انہوں نے خضر کو دیکھا ہے اور ان سے بات کیا ہے جب ان سے کہا گیا کہ انہیں کس نے بتایا کہ وہ خضر ہیں یا کیسے پہچانا ہے تو سکوت اختیار کرلیا۔ بعض کا قول ہے کہ ہر زمانے کے لئے الگ الگ خضر ہیں۔(۳)

میں کہتا ہوں اس کو اگر مان لیا جائے یہ اس بات پر دلیل ہے کہ مشہور خضر مرگئے۔(۴)

۱۵۷۔ ابوحیان کہتے ہیں: ہمارے بعض شیوخ حدیث مثلاً عبدالواحد عباسی حنبلی اپنے اصحاب کو یہ یقین دلاتے تھے کہ خضر سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔(۵)

۱۵۸۔ مجھ سے ہمارے شیخ حافظ ابوالفضل العراقی نے بیان کیا ہے کہ شیخ عبداللہ بن اسعد الیافعی (۶) یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ خضر زندہ ہیں، کہتے ہیں میں نے بخاری، الحربی اور ان دونوں کے علاوہ کی رائے کو جو اس کے خلاف ہے بتایا تو غصہ میں آگئے اور کہا کہ جس کی یہ رائے ہو کہ ان کا انتقال ہوگیا میں اس سے ناراض ہوگیا۔ کہتے ہیں ہم نے ان سے کہا ہم نے ان کی موت کے اعتقاد سے رجوع کرلیا۔(۷)

---

(۱) الاصابۃ ج۲ص۳۳۴۔ (۲) الاصابۃ ج۲ص۳۳۴۔
(۳) البحر المحیط ج۶ص۱۴۸ (۴) الاصابۃ ۲/۳۳۴ (۵) البحر المحیط ۱/۱۴۸
(۶) عبداللہ الیافعی صاحب روضۃ الریاحین ومراۃ الجنان، تصوف اور اصول الدین میں ان کی کتابیں ہیں۔
(۷) الدرر الکامنۃ فی اعیان المایئۃ الثامنۃ

۱۵۹۔ اور ہم نے ان لوگوں میں سے جو اس بات کے مدعی تھے کہ انہوں نے خضر سے ملاقات کی ہے قاضی علم الدین البساطی کو بھی پایا جو ظاہر برقوق کے زمانے میں مالکیہ کے قضا کے ذمہ دار تھے اور اکثر اہل علم اس کے منکر ہیں۔

۱۶۰۔ خضر کے بارے میں عوام کا جو عقیدہ ہے قوی دلائل کی بنا پر نفس کا میلان اس کے خلاف ہے لیکن روایات کے ناقلین کی تعداد کی کثرت کی بنا پر جو استمرار حیات پر دلالت کرتی ہیں شبہہ بھی پیدا ہوتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ ان تمام کی اسانید واہی ہیں اس لئے ان کی کمزوری کی وجہ سے کسی طریق کو قبول نہیں کیا جا سکتا تو ان تمام کے بارے میں کیا حکم لگایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ روایات اس صورت میں تواتر معنوی کو پہونچ جاتی ہیں۔

۱۶۱۔ جو لوگ عدم بقاء کے قائل ہیں ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الانبیاء:۳۴) اور حدیث راس ماۃ سنۃ (۱) اور اس کے علاوہ دوسری حدیثیں ہیں جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

۱۶۲۔ خضر کے عدم بقا کی سب سے قوی دلیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کا حاضر نہ ہونا ہے اور پچھلی امتوں میں سے صرف ان کو لمبی عمر دیئے جانے پر کسی دلیل شرعی کا نہ ہونا ہے اور جس پر قائم نہیں رہا جا سکتا وہ ان کی نبوت کا یقینی ہونا ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ایک فرشتہ ہیں تو اشکال ختم ہو جائے گا جیسا کہ پہلے گزرا (۲) اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

حافظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر الکنانی العسقلانی کی کتاب الزهر النضر فی نبأ الخضر مکمل ہوگئی۔

اس کی تالیف سے ۱۰ شوال ۸۶۷ ہجری میں فراغت ہوئی۔

☆☆☆

(۱) صحیح البخاری ۱/۲۲۱ کتاب العلم باب السمر بالعلم

(۲) امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ یہ قول کہ وہ فرشتہ تھے غریب باطل قول ہے اور ابن کثیر نے البدایۃ والنهایۃ میں کہا ہے هذا غریب جدا واللہ اعلم